

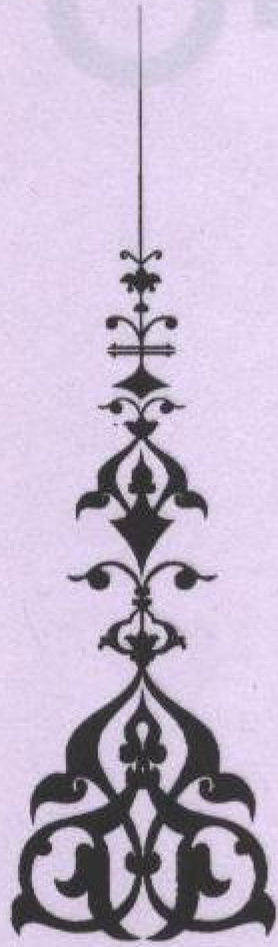
قربانی اور عقیقہ کے مسائل

تالیف

محمد فاروق

ناشر: ترجمان الحدیث پبلیکیشنز

ڈسٹری بیوٹر: مکتبہ اسلامیہ



قربانی اور عقیقہ کے مسائل

قربانی اور عقیقہ کے مسائل

تالیف

محمد فاروق

ناشر

ترجمان الحدیث پبلیکیشنز

ناشر ---------- ترجمان الحدیث پبلیکیشنز

اشاعت ---------- نومبر 2009ء

قیمت ----------

ڈسٹری بیوٹر:

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ، لاہور - پاکستان فون:042-37244973

بیسمنٹ اٹلس بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد-پاکستان فون:041-2631204, 2034256

E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

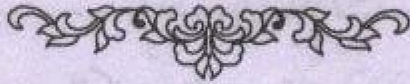
قربانی اور عقیقہ کے مسائل

قربانی کی تعریف

غیر اللہ کے نام کی قربانی حرام ہے

قربانی کے جانور

عقیقہ کا بیان



مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِينُهُ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ. أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، اَمَّا بَعْدُ !

قربانی ابراہیم علیہ السلام کی عظیم سنت اور رسول مکرم ﷺ کا دائمی عمل ہے، پھر اہل اسلام کو اس اہم عمل کی خاصی تاکید ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ قربانی کے مسائل پر ایک ایسی جامع ترین کتاب میسر ہو جو تمام مسائل قربانی کو محیط اور ہر مسئلہ کو خوب اجاگر کرے، جس میں قارئین کی ہر مشکل کا حل اور کسی مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ نہ ہو۔ اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے رقم الحروف نے اس کتاب کی تالیف کا منصوبہ تشکیل دیا اور زیر نظر کتاب میں قربانی کے متعلقہ تمام احکام و مسائل کو حتی الامکان خوب کھول کر بیان کیا۔ ہر مسئلہ کو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے ٹھوس دلائل سے ثابت کیا گیا۔ پھر کسی مسئلہ میں کچھ اختلاف ہے تو مختلف مذاہب و آراء کو نقل کرنے کے بعد کتاب و سنت کے قریب ترین مذہب کے راجح ہونے کی نشاندہی کی گئی ہے، نیز جن ضعیف روایات سے کمزور استدلال کیا جاتا ہے، یا غلط مسائل کو رواج دیا جاتا ہے، ان روایات کا ضعف بیان کر کے ان غیر مشروع مسائل سے قارئین کو

آگاہ کیا گیا ہے، تاکہ متلاشیان حق کو تلاش حق میں سہولت ہو اور حیلے بہانوں اور کمزور دلائل کا سہارا لینے والے ناکام ونامراد ہوں۔

پھر قربانی کے مسائل کے ساتھ عقیقہ کے مسائل کافی مشابہت رکھتے ہیں، حتیٰ الوسع اس کتاب میں عقیقہ کے تمام مسائل بھی یکجا کر دیے گئے ہیں۔

ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے قوی امید ہے کہ ''عیدین کے مسائل'' کی طرح ''قربانی اور عقیقہ کے مسائل'' بھی قارئین کے لیے عظیم سرمایہ ثابت ہو گی اور قربانی وعقیقہ کے مسائل کے متعلق شائقین علم اور متلاشیانِ حق جیسی کتاب کے منتظر تھے، یہ کتاب ان کی علمی پیاس اور ضرورت کی کماحقہ آبیاری کرے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے مؤلف، اس کے والدین، اساتذۂ کرام اور اہل خانہ کے لیے اجر وثواب کا ذریعہ اور توشۂ آخرت بنائے۔ آمین!

محمد فاروق

مدرس مرکز یزدانی شہید ﷫، نیو ماڈل ٹاؤن کامونکی

0300-8074150

قربانی کی تعریف

قربانی وہ جانور ہے جو خدا کی راہ میں قربان کیا جائے۔ [فیروز اللغات : ۹۵۳]

صاحب قاموس فرماتے ہیں:

« وَالْقُرْبَانُ بِالضَّمِّ مَا يُتَقَرَّبُ بِهِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى » [القاموس المحيط]

''قربانی وہ عمل ذبیحی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔''

انسان میں قربانی کا جذبہ تخلیق انسانیت سے کارفرما ہے:

تخلیق انسانیت کے آغاز ہی سے قربانی کا جذبہ کارفرما ہے اور انسان بارگاہِ ایزدی میں قرب و مقام حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی پیش کرنے کا خواہاں رہا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾

[المائدة : ۲۷]

''اور ان پر آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا کھرا کھرا حال بیان کر دیجیے، جب ان دونوں نے کچھ قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہو گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی، تو اس نے (جس کی قربانی مقبول نہ ہوئی) کہا: میں تجھے ضرور ہی قتل کر دوں گا، اس (جس کی قربانی قبول ہوئی تھی) نے کہا: اللہ تو متقی لوگوں ہی

سے قبول کرتا ہے۔"

قربانی ابراہیم علیہ السلام کی عظیم ترین سنت:

قربانی ابراہیم علیہ السلام کی عظیم ترین سنت ہے، یہ عمل اللہ تبارک وتعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ اس عمل کو قیامت تک کے لیے مسلمانوں کے لیے عظیم سنت قرار دیا گیا۔ قرآن حکیم میں منقول ہے کہ جب قوم ابراہیم علیہ السلام نے انھیں ہجرت پر مجبور کیا تو انھوں نے کہا:

﴿وَقَالَ اِنِّی ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّی سَیَهْدِیْنِ ○ رَبِّ هَبْ لِی مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ○ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّی اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّی اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ○ فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ○ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰاِبْرٰهِیْمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ○ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ○ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ﴾ [الصافات: ۹۹ تا ۱۰۸]

"اور اس نے (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا: میں تو اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ میری ضرور راہنمائی کرے گا۔ اے میرے رب! مجھے صالح اولاد عطا فرما۔ تو ہم نے اسے نہایت بردبار بچے کی بشارت دی۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچا تو اس نے کہا، میرے پیارے بیٹے! یقیناً میں خواب دیکھتا ہوں کہ واقعی میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے؟ اس (اسماعیل علیہ السلام) نے کہا: ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے کر گزریئے، ان شاء اللہ آپ ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ غرض جب دونوں (حکم خداوندی پر) راضی ہو گئے اور اس (باپ) نے اسے (بیٹے کو) پیشانی کی ایک

جانب گرا دیا۔ اور ہم نے اسے آواز دی، اے ابراہیم! یقیناً تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا، بلاشبہ ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ بالیقین یہ واقعی کھلی آزمائش تھی اور ہم نے اس کے فدیے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دیا۔ اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا۔"

فقہ القرآن:

① نیک اور صالح اولاد کی دعا کرنا مستحسن فعل ہے اور ناامید اور مایوس ہونے کے بجائے بڑھاپے میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پرامید رہنا چاہیے۔

② انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں اور حالت نیند اور حالت بیداری میں ان کے لیے حکم خداوندی یکساں اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام خواب کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے تیار ہوئے تھے۔

③ تفاسیر میں جو مذکور ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے وقت چہرے کے بل لٹایا تھا، تاکہ چھری پھیرتے وقت شفقت پدری حکم ربانی پر غالب نہ آئے، سراسر باطل اور سیاق قرآن کے مخالف ہے، قرآن حکیم میں توضیح ہے کہ ﴿فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ﴾ غرض جب دونوں مطیع ہو گئے اور اس نے اسے پیشانی کی ایک جانب گرا دیا۔

جبین سے مراد پیشانی کی ایک جانب ہے، پیشانی نہیں بلکہ پیشانی کے لیے عربی زبان میں لفظ اَلْجَبْهَةَ مستعمل ہے، اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

1. علامہ وحید الزماں بیان کرتے ہیں کہ بعض نے کہا: جبین وہ مقام ہے جو ابرو کے بال کی جگہ تک ہے، تو ہر آدمی میں دو جبین ہیں، جو چہرے کے دونوں طرف ہیں۔

[لغات الحدیث: ١/٢٦٤]

2. مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں: "ہر انسان کے منہ (چہرے) پر

دو جبینیں (دائیں اور بائیں) ہوتی ہیں اور درمیان میں پیشانی "جَبْهَة" اس لیے لِلْجَبِيْنِ کا زیادہ صحیح ترجمہ "کروٹ پر" ہے۔ یعنی اس طرح کروٹ پر لٹا لیا، جس طرح جانور کو ذبح کرتے وقت قبلہ رخ کروٹ پر لٹایا جاتا ہے۔

[تفسير أحسن البيان از صلاح الدين يوسف]

③ ابن جریر طبری رحمہ اللہ "وَ تَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ" کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ (ابراہیم علیہ السلام) نے اسے (اسماعیل علیہ السلام) کو چہرے کی ایک جانب گرایا اور پیشانی کے دائیں اور بائیں جانب دو جبینیں ہوتی ہیں، یوں چہرے کی دو جبینیں اور ان کے درمیان میں پیشانی ہوتی ہے۔ [تفسير طبرى : ٧٦/٢١]

نیز جن روایات میں اسماعیل علیہ السلام کو اوندھے منہ لٹا کر ذبح کرنے کا بیان ہے، وہ روایات کمزور اور ناقابل حجت ہیں۔

﴿فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ﴾ کی تفسیر عکرمہ رحمہ اللہ یوں بیان کرتے ہیں کہ: "جب دونوں (باپ بیٹا) نے حکم الٰہی بخوشی و رضا تسلیم کر لیا اور بیٹا ذبح ہونے اور باپ ذبح کرنے کے لیے راضی ہو گیا تو بیٹے نے عرض کی:

«يَا أَبَتِ : اِقْذِفْنِيْ لِلْوَجِهِ، كَيْلَا تَنْظُرَ إِلَيَّ فَتَرْحَمَنِيْ، وَ أَنَا أَنْظُرُ إِلَى الشُّفْرَةِ فَأَجْزَعُ وَلَكِنْ أَدْخِلِ الشُّفْرَةَ مِنْ تَحْتِيْ، وَأَمْضِ لِأَمْرِ اللّٰهِ»

"ابو جان! مجھے چہرے کے بل گرائیے تاکہ مجھے دیکھ کر آپ ترس نہ کھائیں اور میں چھری دیکھ کر بے صبرا نہ ہو جاؤں، بلکہ میرے نیچے سے چھری داخل کریں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو کر گزریے۔"

[تفسير طبرى : ٧٦/٢١۔ اسناده ضعيف]

اس کے ضعف کی دو علتیں ہیں:

① اس سند میں محمد بن حمید بن حیان رازی ضعیف راوی ہے۔ جمہور محدثین نے اسے

ضعیف قرار دیا ہے۔

② عکرمہ اور اسماعیل علیہ السلام کے درمیان نقطاع ہے۔ عکرمہ نے یہ روایت کس سے سنی اور درمیان میں کتنے واسطے ہیں، اس بارے کوئی صراحت نہیں ہے۔

③ مجاہد بیان کرتے ہیں: ﴿ وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ﴾ کا معنی ہے کہ انھوں (ابراہیم علیہ السلام) نے اس کا چہرہ زمین پر رکھا تو اسماعیل علیہ السلام نے کہا:

« لَا تَذْبَحْنِي وَ أَنْتَ تَنْظُرُ إِلَى وَجْهِي عَسَى أَنْ تَرْحَمَنِي وَلَا تَجْهَزَ عَلَيَّ، إِرْبِطْ يَدَيَّ إِلَى رَقَبَتِي، ثُمَّ ضَعْ وَجْهِي لِلْأَرْضِ »

”مجھے ذبح کرتے وقت میرے چہرے کی طرف نہ دیکھنا ممکن ہے اس طرح تمھیں مجھ پر ترس آ جائے اور تم میرا کام تمام نہ کرسکو (بلکہ) میرے ہاتھ میری گردن کی طرف باندھو اور میرا چہرہ زمین پر رکھو (پھر چھری چلا دو)۔“

[تفسیر طبری : ۷۶/۲۱ إسناده ضعیف]

اس حدیث کا سبب ضعف دو علتیں ہیں:

۱۔ عبداللہ بن ابی نجیح المکی کی تدلیس ہے۔

۲۔ مجاہد اور اسماعیل علیہ السلام کے درمیان انقطاع ہے۔

۳۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿ وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ﴾ کی تفسیر بایں الفاظ بیان کرتے ہیں: أَكَبَّهُ عَلَى جَبْهَتِهِ ابراہیم علیہ السلام نے اسے (اسماعیل علیہ السلام کو) پیشانی کے بل الٹا گرایا۔

[تفسیر طبری : ۷۸/۲۱۔ إسناده ضعیف]

اس اثر کی سند کے تمام راوی ضعیف ہیں، جو بالترتیب بیان کیے جاتے ہیں:

① محمد بن سعد بن محمد بن حسن عطیہ کمزور راوی ہے۔

② سعد بن محمد حسن بن عطیہ متساہل ہے۔

③ حسین بن حسن بن عطیہ بالاتفاق ضعیف راوی ہے۔

④ حسن بن عطیہ عوفی ضعیف ہے۔

⑤ عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی ضعیف مدلس راوی ہے۔

لہٰذا راجح مفہوم یہی ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے وقت ابراہیم علیہ السلام نے انھیں دائیں کروٹ لٹایا تھا، جیسے جانور کو ذبح کرتے وقت چہرے کی دائیں جانب لٹایا جاتا ہے۔

عظیم ذبیحہ خوبصورت سفید مینڈھا تھا:

اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جو عظیم ذبیحہ عنایت کیا گیا، وہ سفید رنگ کا سینگوں والا خوبصورت مینڈھا تھا، اس کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی آئندہ حدیث ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« ثُمَّ تَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ، وَ عَلَى إِسْمَاعِيْلَ قَمِيْصٌ أَبْيَضُ، فَقَالَ : يَاأَبَتِ ! إِنَّهُ لَيْسَ لِيْ ثَوْبٌ تُكَفِّنُنِيْ فِيْهِ غَيْرُهُ، فَاخْلَعْهُ حَتّٰى تُكَفِّنَنِيْ فِيْهِ، فَعَالَجَهُ لِيَخْلَعَهُ فَنُوْدِيَ مِنْ خَلْفِهِ، " أَنْ يَا إِبْرَاهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا فَالْتَفَتَ إِبْرَاهِيْمُ، فَإِذَا بِكَبْشٍ أَبْيَضَ أَقْرَنَ أَعْيَنَ ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : لَقَدْ رَأَيْتُنَا نَبِيْعُ هٰذَا الضَّرْبَ مِنَ الْكِبَاشِ »

”ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے چہرے کی ایک جانب لٹایا اور اسماعیل علیہ السلام کے بدن پر سفید قمیض تھی (اس دوران) انھوں (اسماعیل علیہ السلام) نے عرض کی: ابو جان! اس قمیض کے سوا میرا کوئی اور کپڑا نہیں، جس میں آپ مجھے کفنا سکیں، لہٰذا اسے اتار لیجیے، تاکہ آپ مجھے اس میں کفن دے سکیں، چنانچہ وہ قمیض اتارنے لگے تو انھیں پیچھے سے آواز دی گئی، اے ابراہیم! تو نے واقعی خواب سچ کر دکھایا ہے، اس پر ابراہیم علیہ السلام نے پیچھے جھانکا تو ناگہاں وہاں انتہائی سفید سینگوں والا خوبصورت ترین مینڈھا تھا...... ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، بالتحقیق ہم (قربانی کے لیے) اس قسم کے مینڈھے خریدا کرتے تھے۔“

[مسند أحمد : ۱/۲۹۷، ۲۷۰۷۔ بیهقی : ۵/۱۵۴۔ تاریخ دمشق : ۶/۲۱۰]

فوائد:

۱۔ ابو عاصم غنوی ثقہ راوی ہے، یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے، لہٰذا ابو حاتم کا "لاأعرفه" کہنا ان کی ثقاہت میں قادح نہیں۔ [دیکھیے میزان الاعتدال : الجرح و التعدیل]

۲۔ حماد بن سلمہ ثقہ اور تدلیس سے بری ہیں۔ [دیکھیے فتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین از زبیر علی زئی، ص: ۱۰۸۔ لہٰذا مسند احمد میں حماد بن سلمہ کا عنعنہ قادح نہیں پھر تاریخ دمشق اور بیہقی میں عنعنہ نہیں بلکہ حماد بن سلمہ کی تحدیث ہے]

ذبیح کون تھے:

ذبیح اسماعیل علیہ السلام تھے یا اسحاق علیہ السلام، اس بارے علماء کا اختلاف ہے، کچھ علماء اسحاق علیہ السلام کو ذبیح خیال کرتے ہیں اور کچھ علماء کی رائے ہے کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام تھے۔ ثانی الذکر علماء کا قول راجح ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے عزم اور ان کے فدیہ میں ذبیحہ ذبح کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کی ولادت اور نبی ہونے کی بشارت دی، اس واقعہ قربانی کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ نوید سنائی:

﴿وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ [الصافات : ۱۱۲]

"اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی، جو صالحین سے نبی ہوگا۔"

اسی طرح اسحاق کی ولادت کے ساتھ یعقوب علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری بھی دی گئی:

﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِإِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ إِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴾ [هود : ۷۱]

"ہم نے اسے "سارہ کو رضی اللہ عنہا" اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔"

سو جس کی ولادت پر نبی ہونے اور اس کے بعد اس کی اولاد یعقوب علیہ السلام کی ولادت کی نوید دی گئی ہو، اس کے بارے قربانی کا حکم بے سود دکھائی دیتا ہے اور اس سے گزشتہ بشارتوں کی نفی ہوتی ہے اس کے برعکس اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش پر جو بشارت ملی تھی اس میں یہ مذکور تھا:

﴿ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ﴾ [الصافات : ۱۰۱]

''ہم نے اسے (ابراہیم علیہ السلام کو) نہایت بردبار لڑکے کی بشارت دی۔''

یعنی وہ کسی عظیم سانحے اور کڑی آزمائش کے وقت عظیم حوصلے اور انتہائی صبر کا مظاہرہ کرے گا اور یہ کردار اسماعیل علیہ السلام نے بحسن خوبی سرانجام بھی دیا، لہٰذا ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔

② ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کا حکم مکہ میں ہوا اور اسحاق علیہ السلام اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور پیدائش کے بعد بھی ان کا بچپن اور لڑکپن ملک شام میں گزرا تھا۔ جب کہ اسماعیل علیہ السلام مکہ میں رہائش پذیر ہوئے اور انھی کے متعلق ذبح کا حکم نازل ہوا تھا۔

③ مسند احمد کی آئندہ حدیث اس تنازع کو دور کرتی ہے کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہی تھے کیونکہ اس حدیث میں بصراحت اسماعیل علیہ السلام کا نام وارد ہے، جو واضح نص ہے کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہی تھے:

((عَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَسْعَى، فَسَابَقَهُ فَسَبَقَهُ إِبْرَاهِيمُ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِ جِبْرِيلُ إِلَى جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ، فَعَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ حَتّٰى ذَهَبَ، ثُمَّ عَرَضَ لَهُ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الْوُسْطَى، فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، ثُمَّ تَلَّهُ لِلْجَبِينِ، وَ عَلَى إِسْمَاعِيلَ قَمِيصٌ أَبْيَضُ، فَقَالَ : يَاأَبَتِ ! إِنَّهُ لَيْسَ لِي ثَوْبٌ تُكَفِّنُنِي فِيهِ غَيْرُهُ، فَاخْلَعْهُ حَتّٰى

تَكْفُنُنِيْ فِيْهِ، فَعَالَجَهُ لِيَخْلَعَهُ فَنُوْدِيَ مِنْ خَلْفِهِ ، أَنْ يَا إِبْرَاهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا فَالْتَفَتَ إِبْرَاهِيْمُ فَإِذَا هُوَ بِكَبْشٍ أَبْيَضَ أَقْرَنَ أَعْيَنَ»

''جب ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج کی تعمیل کا حکم ملا تو مقام سعی کے قریب ان سے شیطان کا سامنا ہوا اور اس نے ابراہیم علیہ السلام سے دوڑ کر آگے نکلنے کی کوشش کی تو ابراہیم علیہ السلام اس سے سبقت لے گئے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام انھیں ''ابراہیم علیہ السلام'' جمرہ عقبہ کی طرف لے گئے اور شیطان ان کے سامنے آیا تو انھوں نے اسے سات کنکریاں ماریں، حتیٰ کہ وہ بھاگ گئے...... بعد ازاں شیطان سے جمرہ وسطی کے قریب سامنا ہوا اور انھوں نے اسے سات کنکریاں ماریں، پھر اس (ابراہیم علیہ السلام) نے اسے (اسماعیل علیہ السلام کو) چہرے کی ایک جانب لٹایا اور اسماعیل علیہ السلام پر سفید قمیض تھی، اس نے عرض کیا: ابا جان! اس قمیض کے سوا میرا کوئی اور کپڑا نہیں، جس میں آپ مجھے کفن دے سکیں گے۔ اسے اتار لیجیے تاکہ آپ مجھے اس میں کفن دے سکیں، وہ اسے اتارنے لگے تو ان کے پیچھے سے آواز آئی۔ اے ابراہیم! تو نے واقعی خواب سچ کر دکھایا ہے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے پیچھے دیکھا تو ناگہاں وہاں سینگوں والا سفید خوبصورت مینڈھا تھا۔''

[مسند أحمد : ١/٢٩٧ـ بيهقى : ٥/١٥٤ـ شعب الإيمان للبيهقى : ٣/٤٦٤ـ تاريخ دمشق : ٦/٢١٠ـ إسناده صحيح]

قربانی کی اہمیت وفضیلت:

قربانی ابراہیم علیہ السلام کی عظیم سنت، رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل اور اہل اسلام کا اجماعی مسئلہ ہے، لہٰذا ہر صاحب استطاعت کے لیے قربانی کرنا مستحب فعل ہے۔

قربانی کی اہمیت وفضیلت میں ضعیف روایات:

قربانی کی اہمیت کے متعلق کچھ سخت ضعیف اور موضوع قسم کی روایات منقول ہیں،

جنھیں بیان کرنے سے گریز کرنا چاہیے، البتہ ان کا ضعف وغیرہ بیان کرنا مقصود ہو تو ایسی روایات کا بیان کرنا درست ہے، تاکہ لوگوں میں مروجہ ضعیف روایات کا خاتمہ ہو سکے اور بلا تحقیق ضعیف اور موضوع روایات بیان کرنے والوں کا باب بند ہو جائے، قربانی کی اہمیت و فضیلت کے بارے میں ضعیف اور من گھڑت روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَ أَشْعَارِهَا وَ أَظْلَافِهَا وَ إِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الْأَرْضِ، فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا»

''یوم نحر کو انسان نے خون بہانے سے بہتر کوئی عمل نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ کو اس سے محبوب ترین ہو، بلاشبہ وہ قربانی کرنے والا، روزِ قیامت قربانی کے سینگ، بال اور کھریاں لے کر (بطور ثبوت قربانی) حاضر ہو گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی وہ خون اللہ کے ہاں قبولیت کے مکان میں ثبت ہو جاتا ہے، سو اس قربانی سے دلی خوشی محسوس کرو۔''

[سنن ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء فی فضل الأضحية : ۱۴۹۳۔ سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحی، باب ثواب الأضحية : ۳۱۲۶۔ سنن بیهقی : ۲۶۱/۹۔ الضعيفه : ۵۲۶۔ مستدرك حاكم : ۲۲۱/۴، ۲۲۲۔ إسناده ضعيف جدًا۔ ابو المثنی سلیمان بن یزید متروك راوی هے]

۲۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار کیا:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! مَا هٰذِهِ الْأَضَاحِي؟ قَالَ : سُنَّةُ أَبِيكُمْ، إِبْرَاهِيمَ، قَالُوْا : فَمَالَنَا فِيهَا، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ : بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ، قَالُوْا فَالصُّوْفُ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ : بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ »

''یا رسول اللہ ! یہ قربانیاں کیا ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تمھارے والد ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! ہمارے لیے ان میں کیا اجر ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تمھارے لیے ہر بال کے عوض نیکی ہے، انھوں نے پوچھا: ''قربانی کی: اون، کھال میں کیا اجر ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اون کے ہر بال کے بدلے نیکی ہے۔''

[مسند أحمد : ٣٦٨/٤، ١٩٣٠٢۔ سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحی، باب ثواب الأضحية : ٣١٢٧۔ مستدرك حاكم : ٣٨٩/٢۔ الضعيفة : ٥٢٧۔ سنن بيهقي : ٢٦١/٩۔ طبراني كبير : ٤٩٣٥۔ موضوع۔ يه روايت من گھڑت هے، اس كی سند ميں عائذ الله مجاشعي منكر الحديث اور ابو دائود نفيع بن حارث متروك هے اور يحيى بن معين نے اسے كذاب كها هے]

۳۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَا أُنفِقَتِ الْوَرِقُ فِي شَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ نَحِيرَةٍ فِي يَوْمِ عِيدٍ »

''روز عید قربانی سے افضل کوئی رقم خرچ نہیں ہوئی۔''

[دارقطني : ٤٨١٥۔ سنن بيهقي : ٢٦١/٩۔ طبراني كبير : ١٠٧٣٥۔ الضعيفه : ٥٢٤۔ إسناده ضعيف جدًا ابراهيم بن يزيد خوزی ضعيف اور متهم بالكذب راوی هے]

۴۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ ضَحىَّ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، مُحْتَسِبًا لِأُضْحِيَتِهِ كَانَتْ لَهُ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ »

''جس نے خوش دلی اور طلب ثواب کی نیت سے اپنی قربانی ذبح کی وہ روزِ قیامت اس کے لیے جہنم سے حجاب بنے گی۔''

[طبراني كبير : ٢٦٧٠۔ الضعيفه : ٥٢٩۔ موضوع اس كی سند ميں سليمان بن عمرو نخعي كذاب اور وضاع احاديث گھڑنے والا هے]

۵۔ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« يَا أَيُّهَا النَّاسُ : ضَحُّوا وَاحْتَسِبُوا بِدِمَائِهَا، فَإِنَّ الدَّمَ وَقَعَ فِي الْأَرْضِ، فَإِنَّهُ يَقَعُ فِي حِرْزِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ »

''لوگو! قربانی کرو اور ان کے خون سے طلب ثواب کی نیت رکھو، اس لیے کہ بلاشبہ خون زمین پر گرتا ہے، لیکن وہ اللہ کی پناہ میں محفوظ ہو جاتا ہے۔''

[طبرانی أوسط : ۸۵۵۴۔ الضعیفة : ۵۳۰۔ موضوع ۔ یہ روایت من گھڑت ہے، اس کی سند میں عمرو بن حصین عقیلی متروک ہے]

۶۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« يَا فَاطِمَةُ ! قُومِي إِلَى أُضْحِيَتِكِ فَاشْهَدِيهَا، فَإِنَّهُ يُغْفَرُلَكِ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دِمِهَا كُلُّ ذَنْبٍ عَمِلْتِيهِ، وَ قُولِي : إِنَّ صَلَاتِي وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَ بِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ : قَالَ عِمْرَانُ : قُلْتُ يَارَسُولَ اللهِ ! هٰذَالَكَ وَلِأَهْلِ بَيْتِكَ خَاصَّةٍ : فَأَهْلُ ذَاكَ أَنْتُمْ : أَمْ لِلْمُسْلِمِينَ عَامَّةٍ : قَالَ : لَابَلْ لِلْمُسْلِمِينَ عَامَّةٍ »

''اے بیٹی! قربانی کی طرف اٹھو اور ذبح کرنے کے مرحلے میں قربانی کے پاس حاضر ہو، اس لیے کہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرنے کے وقت تیرے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے، جو گناہ تو نے کیے ہیں اور اس وقت یہ کلمات کہو: بلاشبہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا رب ہے، اس کے سوا کوئی شریک نہیں اور میں یہ حکم دیا گیا ہوں اور مسلمانوں میں سے ہوں، عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! قربانی سے گناہوں کی تلافی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

اہل بیت کے لیے خاص ہے، کیونکہ آپ ﷺ اہل بیت سمیت اس کے اہل ہیں یا یہ (گناہوں کی مغفرت) عام ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: (یہ اہل بیت کے ساتھ خاص نہیں) بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔''

[مستدرك حاكم : ٤/٢٢٢۔ سنن بيهقي : ٥/٢٣٩۔ طبراني كبير : ١٥٠٠٢۔ طبراني أوسط : ٢٦٠٩۔ إسناده ضعيفٌ ۔ ثابت بن ابی صفیه ابو حمزه ثمالی ضعيف راوی هے]

۷۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

((يَا فَاطِمَةُ ! قُومِي فَاشْهَدِي أُضْحِيَتَكِ أَمَا إِنَّ لَكِ بِأَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا مَغْفِرَةً لِكُلِّ ذَنْبٍ أَمَا إِنَّهُ يُجَاءُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلُحُومِهَا وَ دِمَائِهَا سَبْعِينَ ضِعْفًا حَتَّى تُوضَعَ فِي مِيزَانِكِ))

''اے فاطمہ ! اٹھو اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو، بلاشبہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرنے پر تیرے تمام گناہوں کی مغفرت ہے اور روزِ قیامت قربانی اپنے گوشت اور خون سے ستر گنا (موٹی بنا کر) لائی جائے گی حتیٰ کہ تیرے میزان میں رکھ دی جائے گی۔''

[سنن بيهقي : ٩/٢٨٣ إسناده ضعيف جدًا۔ عمرو بن خالد قرشی متروک راوی ہے اور محمد بن علی بن حسین عن آباءہ سے روایت کرتا ہے، یہ آباء مجہول ہیں]

قربانی کا حکم:

قربانی واجب ہے یا سنت مؤکدہ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، آئندہ سطور میں ہم ہر گروہ کے دلائل اور راجح مسئلہ کی نشاندہی کریں گے۔

قربانی سنت مؤکدہ ہے:

جمہور علماء کا مؤقف ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے اور قربانی کے سنت مؤکدہ ہونے

کے دلائل آئندہ احادیث و آثار ہیں:

① سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، مَنْ فَعَلَهُ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلُ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ »

''بلا شبہ ہم اپنے اس (عید الاضحیٰ کے) دن میں سب سے پہلے جس عمل سے آغاز کریں گے، وہ نماز پڑھنا ہے، پھر ہم واپس (گھروں میں) پلٹیں گے اور قربانی ذبح کریں گے، جس نے یہ عمل (نماز عید کے بعد قربانی کی) کیا، بالتحقیق اس نے ہماری سنت اختیار کی اور جس نے (نماز عید سے) قبل (جانور) ذبح کیا، یہ محض گوشت ہے جو اس نے اپنے اہل خانہ کو جلد پیش کیا ہے، اس کی کوئی قربانی نہیں ہے۔''

[بخاری، کتاب الأضاحی، باب سنة الأضحية : ٥٥٤٥۔ مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها : ١٩٦١۔ بيهقى : ٧٦/٩۔ صحيح ابن حبان : ٥٩٠٧۔ مسند أحمد : ٢٨١/٤]

② انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهِ، وَ مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ، وَ أَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ »

[بخاری، کتاب الأضاحی، باب سنة الأضحية : ٥٥٤٦۔ فقه الحديث]

''جس نے نماز سے قبل (قربانی) ذبح کی، اس نے محض اپنی خاطر (جانور) ذبح کیا اور جس نے نماز (عید) کے بعد جانور ذبح کیا اور تو یقیناً اس کی قربانی پوری ہو گئی اور اس نے مسلمانوں کی سنت پالی۔''

ان احادیث میں ''فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا'' اور ''أَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ'' کے الفاظ

دلیل ہیں کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے، واجب نہیں۔

③ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَ أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَ أَظْفَارِهِ »

"جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو وہ اپنے بال (کاٹنے) اور ناخنوں کو (ترشوانے) سے باز رہے۔"

[صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب نهی دخل علیه عشر ذی الحجة، وهو یرید التضحیة، أن یاخذ من شعره و أظفاره شیئًا : ۱۹۷۷۔ سنن بیهقی ۲۶۶/۹۔ صحیح ابن حبان : ۵۹۱۶]

مفہوم الحدیث:

۱۔ سید سابق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ: "اَرَادَ أَن يُضَحِّيَ" "جس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو" دلیل ہیں کہ قربانی سنت ہے، واجب نہیں۔

۲۔ شوکانی: قربانی کو ارادہ سے معلق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب نہیں۔

[نیل الأوطار : ۱۱۸/۵]

۳۔ ابن قدامہ: قربانی کے حکم کو ارادہ سے معلق کیا گیا ہے، جب کہ واجب کو ارادہ سے معلق نہیں کیا جاتا، لہٰذا قربانی سنت ہے۔

[المغنی لا بن قدامه مع الشرح الکبیر : ۹۵/۱۱]

۴۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ وَ سَمَّى وَ كَبَّرَ، وَ وَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا »

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگوں والے سفید و سیاہ رنگ کے انتہائی جاذب نظر دو مینڈھے

قربانی کیے، آپ ﷺ نے ان دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر کہا اور اپنا پاؤں ان کے پہلوؤں پر رکھا۔"

[صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب التکبیر عند الذبح : ٥٥٦٥۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة : ١٩٦٦۔ جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء فی الاضحیة بکبشین : ١٤٩٤]

فقہ الحدیث:

یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی سنت ہے، واجب نہیں، کیونکہ آپ ﷺ کے فعل سے زیادہ سے زیادہ اس عمل کا مسنون ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ ﷺ کا دائمی فعل سنت مؤکدہ ہوتا ہے، سید سابق نے فقہ السنہ : ۲/۳۳۔ میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے۔

ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا عمل:

ابوسریحہ غفاری رحمہ اللہ، حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں:

« أَدْرَكْتُ أَبَا بَكْرٍ أَوْ رَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ لَا يُضَحِّيَانِ كَرَاهِيَةَ أَنْ يُقْتَدَىٰ بِهِمَا »

"میں نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، وہ اس بات کی ناگواری کی وجہ سے قربانی نہیں کرتے تھے کہ (اس مسئلہ میں) ان کی اقتدا نہ کی جائے۔"

[سنن بیہقی : ۹/۲۶۵۔ إروا الغلیل : ۱۱۳۹۔ إسنادہ صحیح]

فائدہ:

ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا قربانی نہ کرنا قربانی کے مسنون ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ اگر قربانی فرض ہوتی تو شیخین کبھی بھی اس عمل کو ترک نہ کرتے اور نہ لوگوں میں اس کے عدم وجوب کا تاثر پیدا کرتے۔

ایک ضعیف اثر کا بیان:

ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول اثر جو قربانی کے عدم وجوب پر دلالت کرتا ہے، ضعیف ہے، ابو وائل رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا، ابو وائل رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

« إِنِّیْ لَأَدَعُ الْأَضْحٰی وَ إِنِّی لَمُوْسِرٌ، مَخَافَةَ أَنْ یَرَی جِیْرَانِی أَنَّهُ حَتْمٌ عَلَیَّ »

''میں آسودہ حال ہونے کے باوصف اس ڈر سے قربانی چھوڑ دیتا ہوں کہ میرے ہمسائے یہ خیال نہ کریں کہ قربانی مجھ پر فرض ہے۔''

[سنن بیھقی : ۹/۲۶۵۔ مصنف عبد الرزاق : ۸۱۴۹۔ إسناده ضعیف۔ اس سند میں سفیان ثوری اور سلیمان بن مہران اعمش کی تدلیس ہے]

قربانی کے سنت مؤکدہ ہونے کے بارے علماء کے اقوال و آراء:

ابو عیسیٰ امام ترمذی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَالْعَمَلُ عَلَی هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الْأُضْحِیَةَ لَیْسَتْ بِوَاجِبَةٍ، وَلٰكِنَّهَا سُنَّةٌ مِنْ سُنَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسْتَحَبُّ أَنْ یُعْمَلَ بِهَا، وَ هُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ »

''علماء اس موقف پر عمل پیرا ہیں کہ قربانی کرنا واجب نہیں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے، جس پر عمل کرنا مستحب ہے اور سفیان ثوری اور عبد اللہ بن مبارک کا بھی یہی قول ہے۔''

[ترمذی، تحت حدیث : ۱۵۰۶]

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری کتاب الاضاحی کے شروع میں یہ باب "بَابُ سُنَّةِ الْأُضْحِیَةِ" ''قربانی کے مسنون ہونے کا باب'' باندھ کر قربانی کے مسنون ہونے کی

طرف اشارہ کیا ہے، حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں، امام بخاری نے یہ باب قائم کر کے قربانی کے وجوب کے قائلین کی مخالفت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''کسی بھی صحابی سے بسند صحیح قربانی کا وجوب ثابت نہیں جب کہ جمہور علماء سے قربانی کا غیر واجب ہونا ثابت ہے، البتہ قربانی شرائع دین میں سے ہے، اس بارے علماء کا اختلاف نہیں ہے اور شافعیہ اور جمہور علماء کے نزدیک قربانی سنت مؤکدہ ہے اور ایک توجیہہ ہے، شافعیہ اسے فرض کفایہ تسلیم کرتے ہیں۔''

ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ مالدار مقیم پر قربانی واجب ہے، مالک بھی اسی مؤقف کے قائل ہیں، لیکن انھوں نے مقیم کی قید نہیں لگائی اور اوزاعی، ربیعہ اور لیث سے بھی یہی قول منقول ہے، پھر احناف میں سے ابو یوسف نے (ابو حنیفہ کی) اور اشہب مالکی نے (امام مالک) کی مخالفت اور جمہور علماء کے مؤقف کی مواقفت کی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''استطاعت اور آسودہ حالی کے باوجود قربانی نہ کرنا مکروہ ہے اور ان سے قربانی کے وجوب کا قول بھی منقول ہے۔ محمد بن حسن بن شیبانی بیان کرتے ہیں: قربانی ایسی سنت ہے جسے ترک کرنے کی رخصت نہیں۔

طحاوی کہتے ہیں: ہم اسی (قول محمد بن حسن شیبانی) قول کو مذہب بناتے ہیں اور قربانی کے وجوب کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ [فتح الباری : ۶/۱۰]

امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''علماء کا مالدار شخص پر قربانی کے وجوب کے متعلق اختلاف ہے اور جمہور علماء کہتے ہیں، صاحب حیثیت شخص کے لیے قربانی کرنا مسنون ہے اور اگر ایسا شخص بغیر کسی عذر کے قربانی نہ کرے تو نہ یہ گناہگار ہوگا اور نہ اس پر قضا لازم ہوگی، ابو بکر صدیق، عمر بن خطاب، بلال، ابو مسعود، سعید بن مسیب، اسود رضی اللہ عنہم، عطاء، مالک، احمد، ابو یوسف، اسحاق، ابو ثور، مزنی، ابن منذر اور داؤد ظاہری رحمہم اللہ بھی اسی مؤقف کے قائلین ہیں۔ [شرح النووی : ۱۳/۱۰۹۔ المغنی لابن قدامہ مع الشرح الکبیر : ۱۱/۹۵]

شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، جمہور علماء کا مذہب ہے کہ قربانی سنت ہے، واجب نہیں۔
[نیل الأوطار : ١١٧/٥]

سید سابق : قربانی سنت مؤکدہ ہے اور استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنا مکروہ فعل ہے۔[فقه السنة : ٣٣/٢]

سعودی فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ:

صاحب استطاعت کے حق میں قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ اس کی دلیل انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگوں والے سفید اور سیاہ رنگ کے دو مینڈھے قربانی کیے۔[بخاری : ٥٥٦٥۔ مسلم : ١٩٦٦۔ فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية : ٤١٣/٩]

راجح موقف:

اوپر بیان کردہ احادیث و آثار، جمہور علما کی رائے اور محدثین کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے، واجب نہیں۔

قربانی کے وجوب کے دلائل اور تنقیدانہ جائزہ ہے:

قربانی کے وجوب کے دلائل حسب ذیل ہیں:

ا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾

”اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی دیجیے۔“[الکوثر : ٢]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول تفسیر میں ”وانحر“ سے مقصود یوم نحر کو قربانی ذبح کرنا ہے ضعیف ہے۔

علی بن ابی طلحہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ سے مراد یہ ہے کہ یوم نحر کو قربانی ذبح کی جائے۔

[تفسیر طبری : ٦٥٤/٢٤۔ إسناده ضعيف]

علی بن ابی طلحہ کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرسل روایات بیان کرتے ہیں۔ [تقریب التهذيب]

ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ نماز سے فرض نماز اور نحر سے عید الاضحیٰ کے دن قربانی ذبح کرنا مقصود ہے۔ [تفسير طبری : ٦٥٣/٢٤ إسناده ضعيف جدًا]

یہ روایت مسلسل بالضعفاء ہے:

① محمد بن سعد بن محمد بن حسن بن عطیہ۔ ضعیف

② سعد بن محمد بن حسن بن عطیہ متساہل

③ حسین بن حسن بن عطیہ بالاتفاق ضعیف

④ حسن بن عطیہ عوفی ضعیف

⑤ عطیہ بن سعد بن جنادہ ضعیف مدلس

اس آیت سے قربانی کا وجوب متعین کرنے کے لیے کوئی واضح نص نہیں۔ البتہ اس آیت سے یہ مفہوم کشید کرنا کہ اس آیت میں قربانی وغیرہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ذبح کرنے کا حکم ہے، بہتر اور قرین صواب معلوم ہوتا ہے۔

① شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں : وجوب کے قائلین مذکورہ آیت سے قربانی کے وجوب پر استدلال کرتے ہیں کہ امر وجوب کے متقاضی ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ (اس امر سے قربانی کی فرضیت مقصود نہیں بلکہ) اس سے مقصود قربانی کو رب تعالیٰ کے لیے خاص کرنا ہے، بتوں کے لیے نہیں، سو امر کا رخ اس اہم مسئلہ کی طرف ہے اور نماز اور قربانی کو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کرنے کے وجوب میں کوئی شک نہیں ہے۔ [نيل الأوطار : ١١٨/٥]

② محمد بن کعب القرظی : اس آیت ﴿ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ☆ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾

کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ لوگ (مشرکین) غیر اللہ کے لیے نماز پڑھتے اور غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرتے تھے، سوائے محمد (ﷺ)! جب ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے تو آپ ﷺ کی نماز اور قربانی فقط میرے 'رب تعالیٰ کے لیے' ہونی چاہیے۔ [تفسیر طبری: ٦٥٤/٢٤ إسناده حسن]

ابو صحر حمید بن زیاد الخراط صدوق راوی ہے اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

③ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں، اس آیت میں بھی ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ کی مثل حکم ہے کہ آپ ﷺ اپنی نماز اور قربانی خالص اللہ تعالیٰ کے لیے انجام دیں۔ چونکہ مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے۔ سو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مشرکین کی مخالفت کرنے اور ان کے باطل طریقے سے انحراف کا حکم دیا ہے اور عبادت و قربانی میں اخلاص وللّٰہیت پیدا کرنے پر زور دیا ہے۔ [تفسیر ابن کثیر]

④ ابن جریر طبری رحمہ اللہ تمام تفسیری اقوال نقل کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں: ''ان تفسیری اقوال میں سے راجح قول یہ ہے کہ اس آیت میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ، اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ کو بیش قیمت انعام اور خیر کثیر سے نوازا ہے، اس کا شکر ادا کرتے ہوئے آپ ﷺ جھوٹے خداؤں اور معبودانِ باطلہ کے سوا خالص رب تعالیٰ کے لیے نمازیں پڑھیے اور بتوں کے بجائے محض اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی کیجیے۔ [تفسیر طبری: ٦٥٥/٢٤]

دلیل:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَ لَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا»

''جس کے پاس قربانی کی طاقت ہو اور وہ قربانی کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے

قریب ہرگز نہ پھٹکے۔"

[مسند أحمد : ۳۲۱/۲۔ سنن ابن ماجه، کتاب الأضاحی، باب الأضاحی واجبة هی ام لا۔ مستدرك حاکم : ۲۳۲/٤، إسناده حسن۔ عبد الله بن عیاش قتبانی صدوق راوی هے]

یہی روایت سنن دارقطنی میں ایک دوسری سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا »

"جو طاقت رکھے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ پھٹکے۔"

[سنن دارقطنی : إسناده ضعیف جدًا ، اس سند میں عمرو بن حصین عقیلی متروک ہے]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں : اس حدیث کے موقوف و مرفوع ہونے میں اختلاف ہے اور طحاوی وغیرہ کا قول ہے کہ اس روایت کا موقوف ہونا راجح ہے، بالفرض اگر اسے صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے، تب بھی یہ قربانی کے وجوب کی صریح دلیل نہیں ہے۔ (بلکہ یہ قربانی کی تاکید پر دلالت کرتی ہے)۔

[فتح الباری : ٦/١٠]

دلیل ۳:

مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« يَاأَيُّهَا النَّاسُ : عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَةٌ وَ عَتِيرَةٌ »

"لوگو! ہر سال ہر گھرانے پر قربانی اور عتیرہ "رجب کے مہینے جانور ذبح کرنا" فرض ہے۔"

[سنن أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب ما جاء في إیجاب الأضاحی : ۲۷۸۸۔ جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب الأضحیة فی کل عام : ۱۵۱۸۔ سنن ابن ماجه، کتاب الأضاحی، باب الأضاحی و اجبة أم لا : ۳۱۲۵۔ مسند أحمد : ۷٦/۵۔ إسناده ضعیف۔ عامر ابو رمله مجهول راوی هے]

دلیل ۴:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

« أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْعَتِيْرَةِ، وَ كَانَتْ ذَبِيْحَةً يَذْبَحُوْنَهَا فِيْ رَجَبَ، فَنَهَاهُمْ عَنْهَا، وَ أَمَرَهُمْ بِالْأُضْحِيَةِ »

''یقیناً رسول اللہ ﷺ نے عتیرہ سے منع فرمایا: عتیرہ ایک ذبیحہ تھا جسے لوگ رجب میں ذبح کرتے تھے، آپ ﷺ نے اس (عتیرہ) سے منع کیا اور انھیں قربانی کا حکم دیا۔''

[مسند بزار : مجمع الزوائد : إسناده ضعيف]

کیا رسول اللہ ﷺ پر قربانی واجب تھی؟

گزشتہ بحث میں ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے، واجب نہیں۔ یہ حکم بلا تخصیص عام ہے اور عام مسلمانوں کی طرح رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی قربانی مستحب ہی تھی۔ واجب نہیں تھی۔ البتہ کچھ روایات میں بیان ہے کہ قربانی نبی ﷺ کے لیے واجب اور عام اہل اسلام کے لیے مسنون ہے، لیکن ایسی تمام روایات ناقابل حجت اور غیر ثابت ہیں، ذیل میں ہم کچھ روایات پیش کریں گے:

۱۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« ثَلَاثٌ هُنَّ عَلَيَّ فَرَائِضُ وَ هُنَّ لَكُمْ تَطَوُّعٌ : اَلنَّحْرُ، وَالْوِتْرُ، وَ رَكْعَتَا الضُّحٰى »

''تین چیزیں، قربانی، وتر اور چاشت کی دو رکعتیں مجھ پر فرض اور تمھارے لیے غیر واجب ہیں۔''

[مسند أحمد : ۲۳۱/۱ ـ مستدرك حاكم : ۴۴۱/۱ ـ سنن دارقطني : ۱۶۵۰ ـ إسناده ضعيف ـ ابو جنذب يحيى بن ابى حيه ضعيف اور مدلس هے]

۲۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أُمِرْتُ بِرَكْعَتَي الضُّحَى وَلَمْ تُؤْمَرُوا بِهَا، وَأُمِرْتُ بِالْأَضْحَى وَلَمْ تُكْتَبْ »

''میں چاشت کی دو رکعتوں کا حکم دیا گیا ہوں اور تمھیں اس نماز کا حکم نہیں اور مجھے قربانی کا حکم دیا گیا لیکن یہ تم پر واجب نہیں ہے۔''

[مسند أحمد : ۳۱۷/۱، ۲۳۲/۱۔ إسناده ضعيف، جابر بن يزيد جعفی ضعيف راوی هے]

۳۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أُمِرْتُ بِالْوِتْرِ وَالْأَضْحَى، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيَّ »

''میں وتر اور قربانی کا حکم دیا گیا ہوں، لیکن (یہ چیزیں) مجھ پر فرض نہیں کی گئیں۔''

[مصنف عبد الرزاق : ۴۵۷۲۔ دارقطنی : ۲۱/۲۔ ضعيف الجامع : ۱۲۶۰، إسناده ضعيف جدًا۔ عبد الله بن محرر الجزری متروك راوی هے]

قربانی کا مقصد:

قربانی کا مقصد محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا، اس کا قرب تلاش کرنا اور تقویٰ کا حصول ہونا چاہیے، قربانی میں کسی مخلوق کی رضا تلاش کرنا یا اللہ کے سوا کسی اور کی خوشنودی چاہنا ناجائز اور روح قربانی کے متضاد ہے، اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''یقیناً میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا خالص اللہ کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔'' [الأنعام : ۱۶۲]

تفسیر الآیة:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس آیت میں آپ ﷺ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ ﷺ مشرکین جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں کو آگاہ کیجیے کہ آپ ﷺ کی عبادت اور قربانی کا طریقہ مشرکین سے مختلف ہے، کیونکہ آپ کی نماز محض رضائے الٰہی کے لیے اور قربانی فقط ایک اللہ کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، نیز مذکورہ آیت کا حکم، اس آیت: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ ''آپ ﷺ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔'' کی مثل ہے اس آیت میں بھی حکم ہے کہ آپ اپنی نماز اور قربانی خالص اللہ کے لیے انجام دیں۔

چونکہ مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے سو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشرکین کی پر زور مخالفت کرنے اور ان کے باطل عقائد سے یکسر انحراف کا حکم دیا ہے اور عبادت و قربانی میں اخلاص پیدا کرنے پر زور دیا ہے۔

[تفسیر ابن کثیر، سورۃ الأنعام، آیت : ۱۶۲]

قربانی کا دوسرا اہم مقصد نفس کی تطہیر اور تقویٰ کا حصول ہے، قربانی سے دلوں کا تقویٰ ہی اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾

''اللہ تعالیٰ کو نہ تو قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کے خون، لیکن اسے تمہاری طرف سے (تمہارے دلوں کا) تقویٰ پہنچتا ہے۔'' [الحج : ۳۷]

لہٰذا قربانی میں ذاتی تشہیر اور ریا کاری کا عمل دخل نہ ہو اور اسی طرح قربانی میں خلاف شریعت امور اور رب تعالیٰ کو ناراض کرنے والے برے افعال سے اجتناب کیا جائے، تاکہ قربانی شرفِ قبولیت کے مقام پر فائز ہو سکے۔

قبولیت قربانی کی شرطیں:

قربانی کی قبولیت کی بنیادی شرطیں دو ہیں:

۱۔ تقویٰ اور پرہیز گاری قربانی کی قبولیت کی اہم شرط ہے۔ اور قربانی کی قبولیت میں تقویٰ اور رضائے الٰہی کا حصول بنیادی حیثیت کا حامل ہے اور اگر قربانی میں شہرت اور دکھلاوا مقصود ہو تو ایسی قربانی رد کر دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی قربانی کا احوال بیان کرتے ہیں:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾

"ان پر آدم علیہ السلام کے بیٹوں کا واقعہ کھرا کھرا تلاوت کریں، ان دونوں نے کچھ قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی، اس (جس کی قربانی قبول نہ ہوئی) نے کہا: میں تجھے ضرور قتل کروں گا، اس (جس کی قربانی قبول ہوئی تھی) نے کہا: اللہ متقی لوگوں ہی کی (قربانی) قبول کرتا ہے۔" [المائدۃ : ۲۷]

یہ آیت واضح نص ہے کہ قربانی کی قبولیت میں تقویٰ اہم شرط ہے اور اگر تقویٰ کا حصول مطلوب نہ ہوا تو قربانی قبول نہیں ہوگی۔

۲۔ رزق حلال: جس شخص کی آرزو ہے کہ اس کی قربانی کو بارگاہِ ایزدی میں شرفِ قبولیت حاصل ہو، اس پر لازم ہے کہ اس کے ذرائع آمدن حلال کمائی پر مشتمل ہوں اور قربانی کا جانور حلال کمائی سے خریدا گیا ہو، حرام خور اور حلال مال میں حرام کی آمیزش کرنے والے کی قربانی قبول نہیں ہوتی، اس کی دلیل آئندہ حدیث ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ، فَقَالَ : ﴿ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾ [المؤمنون : ٥١] وَ قَالَ : ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ [البقرة : ١٧٢] ثُمَّ ذَكَرَ، الرَّجُلَ، يُطِيْلُ السَّفَرَ، أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ ! يَا رَبِّ ! وَ مَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَ مَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَ مَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَ غُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ »

”لوگو! بلا شبہ اللہ پاک ہے اور وہ پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وہی حکم دیا جو انبیاء و رسل کو حکم ارشاد کیا، فرمایا: ”اے رسولو! پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً جو تم کرتے ہو، میں اسے خوب جاننے والا ہوں۔“ اور اہل ایمان سے کہا: ”اے مومنو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمھیں رزق دی ہیں۔“ پھر آپ ﷺ نے بیان فرمایا: ”ایک شخص لمبا سفر کرتا ہے اس کے بال پراگندہ اور قدم غبار آلود ہیں، وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے یارب! یارب! پکارتا ہے، جب کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام اور اس کا لباس حرام ہے اور اسے حرام غذا دی گئی، پس ایسے شخص کی دعا کیونکر قبول ہو گی۔“

[مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ، من الکسب الطیب : ١٠١٥۔ ترمذی، کتاب التفسیر، باب و من سورۃ البقرۃ : ٢٩٨٩۔ مسند أحمد : ٣٢٨/٢]

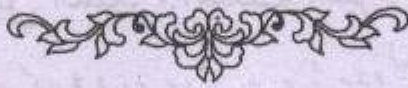
فوائد:

اس حدیث میں حلال مال سے خرچ کرنے کی ترغیب اور حرام مال سے خرچ کرنے کی

ممانعت ہے۔

[شرح النووی : ۹۹/۷۔ تحفة الأحوذی : ۲۲۹/۸]

۲۔ قربانی اور زکاۃ وصدقات کی قبولیت کے لیے رزق حلال شرط ہے اور حرام مال سے دی گئی قربانی اور زکاۃ وصدقات بارگاہِ ایزدی میں قبول نہیں ہوتے۔



غیر اللہ کے نام کی قربانی حرام ہے

آئندہ آیات میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر قربانی کرنے کا حکم ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''یقیناً میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا خالص اللہ کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔'' [الأنعام : ۱۶۲]

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾

''اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی دیجیے۔'' [الکوثر : ۲]

ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے خالص رضائے الٰہی کے حصول کے لیے قربانی کرنے کا حکم دیا ہے اور مشرکین جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے ان کی مخالفت کا حکم ہے، نیز غیر اللہ کے نام پر جانور قربان کرنا حرام اور شریعت کی نظر میں ایسا شخص ملعون ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَیْهِ، وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰهِ وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوَیٰ مُحْدِثًا، وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَیَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ »

اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کر جو اپنے والدین پر لعنت بھیجے، جو شخص غیر اللہ کے لیے ذبح کرے اللہ اس پر لعنت کرے، جو شخص بے دین کو پناہ دے، اللہ اس پر لعنت کرے اور اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو زمین کی علامات تبدیل کرے۔''

[صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب تحریم الذبح لغیر اللہ : ۱۹۷۸۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب من ذبح لغیر اللہ : ٤٤٢٧]

فقہ الحدیث:

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے سے مقصود غیر اللہ کے نام یعنی بت، صلیب، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، یا کعبہ کی خاطر جانور ذبح کرنا ہے، قربانی کی یہ تمام صورتیں حرام ہیں اور ایسا ذبیحہ کھانا حلال نہیں، خواہ ذبح کرنے والا مسلم، عیسائی یا یہودی ہو، شافعی رحمہ اللہ نے ایسے ذبیحوں کی حرمت پر نص بیان کی ہے اور شافعیہ کا ایسے ذبیحوں کی حرمت پر اتفاق ہے، پھر ذبح کرنے والا اگر غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے کے ساتھ مذبوح لہ ''جس مقدس ہستی کی خاطر جانور ذبح کیا جا رہا ہے'' کی تعظیم وعبادت کا اعتقاد رکھے تو ایسا، اعتقاد کفر ہے اور ذبح کرنے والا اگر اس عمل سے قبل مسلمان ہو تو اس باطل عمل کی وجہ سے وہ مرتد ہو جائے گا۔ [شرح النووی : ۱۴۰/۱۳]

مذکورہ بحث کو طول دینے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا، حسن وحسین رضی اللہ عنہما، اور پیر و مرشد کے نام پر جانور ذبح کرنا اور ان مقدس ہستیوں کی رضا کی خاطر قربانی کرنا حرام اور شرک ہے، جس سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

کیا قربانی کی رقم صدقہ کرنا یا رفاہِ عامہ کے لیے خرچ کرنا افضل ہے:

کفار، یہود و نصاریٰ اور بعض نام نہاد مسلمان دانشور یہ شوشے چھوڑتے رہتے ہیں کہ مسلمان جتنا مال عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانیوں کی مد میں خرچ کرتے ہیں، اگر اتنا مال ہسپتالوں کی تعمیر، رفاہِ عامہ کے کاموں اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کیا جائے تو انسانی زندگی میں بہتری آ سکتی ہے، غربت کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور زندگی کی ضروری سہولتوں سے عام انسان بھی بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ یہ زہریلا پراپیگنڈہ اتنے زور و شور سے کیا جاتا ہے کہ عام مسلمان ان کے بہکاوے میں آ کر اسلام کی اس عظیم سنت کو ترک کرنے پر

آمادہ ہو جاتا ہے، لیکن ذرا غور کیجیے اگر قربانی کی مد میں خرچ ہونے والا مال انسانی فلاح و بہبود کے لیے افضل اور موزوں تر ہوتا تو نبی ﷺ کے دور میں سسکتی اور بدحال انسانیت کے لیے یہ حکم قربانی کی حیثیت اختیار کرتا، لیکن رسول اللہ ﷺ کا دائمی قربانی کرنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس عظیم سنت کو قائم و دائم رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرنا ہی افضل و اَولیٰ ہے۔

۱۔ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وَالْأُضْحِيَةُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ بِقِيمَتِهَا“

”عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنا قربانی کی قیمت صدقہ کرنے سے افضل ہے۔“

احمد، ربیعہ اور ابو الزناد کا یہی موقف ہے۔

۲۔ قربانی کرنا اس لیے افضل ہے کہ نبی ﷺ نے قربانی کی اور آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے قربانی کی ہے اور اگر انھیں معلوم ہوتا کہ قربانی کی قیمت صدقہ کرنا افضل ہے تو آپ ﷺ اور خلفائے راشدین قربانی کی سنت چھوڑ کر یہ رقم صدقہ و خیرات کرتے۔

۳۔ نیز قربانی کی رقم صدقہ کرنا کو قربانی پر ترجیح دینا اس لیے درست نہیں کیونکہ اس سے نبی کریم ﷺ کی عظیم سنت چھوٹتی ہے۔ (جو کسی بھی اعتبار سے بہتر نہیں)

[المغنی لابن قدامہ مع الشرح الکبیر : ۹۶/۱۱]

نیز انسانی فلاح اور سسکتی اور مفلوک الحال انسانیت کی بہبود کے لیے اسلام کا بہترین نظام نظامِ زکوٰۃ ہے، جسے عملی جامہ پہنا کر مطلوبہ نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں، لیکن اس نظام کی استواری کفار، یہود و نصاریٰ اور نام نہاد مسلم دانشوروں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی، پھر دکھی انسانیت کی بھلائی کے لیے کفار کا اپنا کردار کیا ہے اور کیا کفار یہود و نصاریٰ اپنے تہوار ترک کرنے اور ان پر خرچ ہونے والے مال کو صدقہ و خیرات کرنے اور انسانی بہبود پر صرف

کرنے کے لیے تیار اور عمل پیرا ہیں، جب وہ منسوخ شریعتوں کے تہوار منانے اور ان پر خرچ ترک کرنے کے لیے آمادہ نہیں تو کیا اسلام کی عظیم سنت (قربانی) ترک کرنا کیسے درست ہے، سو کفار کے اس زہریلے پراپیگنڈے کے مقابلے میں اہل اسلام کو پرزور طریقے سے اس سنت پر عمل پیرا رہنا چاہیے اور دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے، اسی میں اہل اسلام کی خیر و بقا کا راز مضمر ہے۔

قربانی کا ارادہ رکھنے والا ذوالحجہ کا چاند طلوع ہونے کے بعد بال اور ناخن نہ کاٹے:

جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہے وہ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد بالوں اور ناخنوں کو نہ چھیڑے، تاوقت کہ قربانی نہ کر لے، قربانی ذبح کرنے کے بعد اس کا بال اتارنا اور ناخن تراشنا جائز و مباح ہے، دلیل آئندہ احادیث ہیں:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ، وَ أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ، فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعْرِهِ وَ بَشَرِهِ شَيْئًا»

"جب دس ذوالحجہ (یعنی ذوالحجہ کا چاند طلوع ہو جائے) کا آغاز ہو جائے اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنا چاہے تو وہ اپنے بال اور جلد کے کسی حصہ کو نہ چھوئے (یعنی بدن کے کسی حصہ سے بال نہ اتروائے)۔"

[صحيح مسلم، كتاب الأضاحى، باب نهى من دخل عليه عشرى ذى الحجة، وهويريد التضحية...... الخ : ١٩٧٧۔ سنن نسائى، كتاب الضحايا، باب من أراد ان يضحى ......الخ : ٤٣٦٩۔ سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحى، باب من أراد أن يضحى فلا ياخذ فى...... الخ : ٣١٤٩]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ لَهُ ذِبْحٌ يَذْبَحُهُ، فَإِذَا أُهِلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ، فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا، حَتَّى يُضَحِّيَ»

''جس کے پاس ذبیحہ ہے، جسے وہ ذبح کرنا چاہتا ہے، پس جب ہلال ذوالحجہ طلوع ہو جائے تو جب تک وہ قربانی نہ کر لے۔ اپنے بال اور ناخنوں سے کچھ نہ لے۔''

[صحيح مسلم، كتاب الأضاحى، باب نهى من دخل عليه عشر ذى الحجة وهو يريد التضحية ...... الخ : ۱۹۷۷ـ سنن أبو داوٗد، كتاب الضحايا، باب الرجل ياخذ من شعره فى ......الخ : ۲۷۹۱]

عمرو بن مسلم، بن عمار لیثی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«كُنَّا فِي الْحَمَّامِ قُبَيْلَ الْأَضْحَى فَاطَّلَى فِيهِ أُنَاسٌ، فَقَالَ بَعْضُ الْحَمَّامِ، إِنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَكْرَهُ هٰذَا أَوْ يَنْهَىٰ عَنْهُ فَلَقِيتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ : يَا ابْنَ أَخِي، هٰذَا حَدِيثٌ قَدْنُسِيَ وَ تُرِكَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ سَلَمَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ كَانَ عِنْدَهُ ذِبْحٌ يُرِيدُ أَنْ يَذْبَحَهُ فَإِذَا أُهِلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعْرِهِ وَ ظُفُرِهِ شَيْئًا حَتّٰى يُضَحِّيَ»

''ہم عید الاضحیٰ سے چند روز قبل حمام میں تھے کہ حمام میں کچھ لوگوں نے (زیر ناف بالوں کی صفائی کے لیے) بال صفا پاؤڈر استعمال کیا، اس پر کسی حمام نے کہا: سعید بن میسب رحمہ اللہ اس عمل '' ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں بال مونڈھنا) کو مکروہ قرار دیتے ہیں یا اس سے منع کرتے ہیں، پھر میری (راوی) سعید بن میسب رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے (مذکورہ واقعہ) انھیں بیان کیا تو انھوں

نے کہا، بھتیجے! بالتحقیق یہ حدیث بھلا دی گئی ہے اور متروک ہو چکی ہے، مجھے نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس قربانی کا جانور موجود ہے، جسے وہ ذبح کرنا چاہتا ہے سو جب ہلال ذوالحجہ طلوع ہو جائے تو جب تک قربانی نہ کر لے اپنے بال اور ناخن بالکل نہ چھوئے۔"

[صحیح مسلم، کتاب الأضاحی : ۱۹۷۷۔ سنن بیهقی : ۹/۲۶۶، ۲۶۷۔ صحیح ابن حبان : ۵۹۱۸]

فوائد:

① قربانی کا ارادہ رکھنے والا ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن جسم کے کسی حصے کے بال نہ کاٹے، نہ مونڈھے اور نہ اکھاڑے اور ناخن نہ تراشے، یہ عمل اس کے لیے حرام ہے۔

② قربانی کے بعد جسم کے بال کاٹنا، مونڈھنا، اکھاڑنا اور ناخن تراشنا جائز و مباح ہے۔

③ امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بعض شافعیہ کہتے ہیں: ناخن نہ لینے کی ممانعت سے مقصود ناخن تراشنا، توڑنا یا کسی بھی طریقے سے ناخن زائل کرنا ممنوع ہے اور بال کاٹنے کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ (ان دنوں میں) بال مونڈھ کر، ہلکے کر کے، اکھاڑ کر کے، جلا کر یا بال صفا پاؤڈر استعمال کر کے بال زائل نہ کیے جائیں اور اس حکم میں زیر بغل، زیر ناف بال، مونچھیں اور سر کے بال یکساں حکم رکھتے ہیں۔

ابراہیم مروزی رحمہ اللہ کہتے ہیں: بدن کے تمام اجزاء کا حکم بال ناخنوں کی مثل ہے (یعنی بدن کے کسی بھی حصہ کے بال قطع زائل نہ کیے جائیں) اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

« فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعْرِهِ وَ بَشَرِهِ شَيْئًا »

"وہ اپنے بال اور جلد کو بالکل نہ چھوئے۔"

[شرح النووی : ۱۳/۱۳۷، ۱۳۸]

مذہب و آراء:

جس شخص کا قربانی کا ارادہ ہے، اس کے لیے ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں بال اور ناخن زائل کرنا حرام، مکروہ، تنزیہی یا جائز ہیں اس بارے ائمہ اربعہ کی مختلف آراء ہیں، جنھیں ذکر کرنے کے بعد ہم راجح مؤقف کی نشاندہی کریں گے:

۱۔ سعید بن مسیّب، ربیعہ، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، داؤد ظاہری اور بعض شافعیہ کا مذہب ہے کہ جس نے قربانی کرنی ہے، اس کے لیے بال زائل کرنا اور ناخن تراشنا حرام ہے، تاوقت کہ وہ قربانی ذبح نہ کرلے۔

۲۔ امام شافعی اور ان کے اصحاب کا مؤقف ہے کہ یہ عمل مکروہ تنزیہی ہے، حرام نہیں۔

۳۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں: یہ عمل مکروہ نہیں (بالکل جائز ہے) کیونکہ قربانی کرنے والے پر بیوی سے مباشرت اور لباس پہننا حرام نہیں، لہٰذا جیسے قربانی نہ کرنے والے کے لیے بال زائل کرنا اور ناخن تراشنا مکروہ نہیں اسی طرح قربانی کرنے والے کے لیے بھی یہ چیزیں مکروہ نہیں ہیں۔

(لیکن احادیث الباب ابوحنیفہ کے مؤقف کی تردید کرتی ہیں۔ نیل الأوطار: ۱۱۹/۵)

۴۔ امام مالک رحمہ اللہ سے تین اقوال منقول ہیں:

① مکروہ نہیں۔ ② مکروہ ہے۔ ③ نفل قربانی میں حرام اور فرض قربانی میں غیر مکروہ ہے۔

[شرح النووی: ۱۳۷/۱۳۔ المغنی ابن قدامہ مع الشرح الکبیر: ۹۶/۱۱]

راجح مؤقف:

اول الذکر علماء کا موقف کہ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں بال اور ناخن زائل کرنا حرام ہے، راجح ہے۔ کیونکہ نہی حرمت پر دلالت کرتی ہے اور یہاں کوئی قرینہ صارفہ نہیں، جو نہی کو کراہت پر محمول کرے۔

① ابن قدامہ کہتے ہیں: یہاں (بال اور ناخن زائل کرنے کی) نہی حرمت کے متقاضی ہے۔[المغنی لا بن قدامہ مع الشرح الکبیر : ۱۱/۹۶]

② شوکانی لکھتے ہیں کہ (احادیث الباب کا) ظاہر مفہوم حرمت کے قائلین کے موقف کی تائید کرتا ہے کہ جس کا قربانی کا ارادہ ہو اس کے لیے بال اور ناخن زائل کرنا حرام ہیں۔
[نیل الأوطار : ۵/۱۱۹]

عشرہ ذوالحجہ میں بال اور ناخن زائل نہ کرنے کی حکمت:

امام نووی رقم طراز ہیں کہ عشرہ ذوالحجہ میں بال اور ناخن کاٹنے کی ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ قربانی کرنے والا کامل الاعضاء رہے اور اسے جہنم سے کامل الاعضا آزاد کیا جائے۔
[شرح النووی : ۱۳/۱۳۸۔ نیل الأوطار : ۵/۱۱۹]

اگر قربانی کرنے والا شخص بال یا ناخن قطع کرلے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں:

اگر قربانی کا ارادہ کرنے والا عشرہ ذوالحجہ میں بال یا ناخن زائل کرے وہ گناہ گار ضرور ہوگا، اس لیے اس حرام عمل کے ارتکاب سے اجتناب لازم ہے اور بد عملی کی صورت میں استغفار کرنا چاہیے، البتہ اس پر کوئی فدیہ یا جرمانہ نہیں ہے۔ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

" إِذَا ثَبَتَ هَذَا فَإِنَّهُ يَتْرُكُ قَطْعَ الشَّعْرِ وَ تَقْلِيمَ الْأَظْفَارِ، فَإِنْ فَعَلَ اسْتَغْفَرَ اللّٰهُ تَعَالَى، وَلَا فِدْيَةَ فِيهِ إِجْمَاعًا سَوَاءٌ فَعَلَهُ عَمْدًا أَوْ نِسْيَانًا"

"جب (عشرہ ذوالحجہ میں بال اور ناخن قطع کرنے کی حرمت) ثابت ہو چکی ہے تو قربانی کرنے والے کو بال قطع کرنے اور ناخن تراشنے سے باز رہنا چاہیے۔ پھر اگر وہ اس کا مرتکب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیے اور اس (گناہ کے ارتکاب پر) بالاجماع اس پر کوئی فدیہ نہیں، خواہ اس نے یہ کام قصداً یا بھول کر کیا ہے۔"

[المغنی لا بن قدامہ مع الشرح الکبیر : ۱۱/۹۷]

کیا گھر کے سبھی افراد بال کاٹنے اور ناخن تراشنے سے اجتناب کریں گے؟

حقیقت یہ ہے کہ عشرہ ذوالحجہ میں بال کاٹنے اور ناخن تراشنے سے صرف وہ شخص اجتناب کرے گا، جو قربانی کا منتظم اور سرپرست ہے باقی اہل خانہ جن کی طرف سے قربانی کی جا رہی ہے یا گھر کے دیگر افراد جو قربانی میں شامل ہیں، وہ ان امور کے پابند نہیں، کیونکہ احادیث میں قربانی کا ارادہ رکھنے اور قربانی کرنے والے شخص کے لیے بال اور ناخن زائل کرنے کی ممانعت ہے، باقی افراد اس حکم میں شامل نہیں۔

سعودی فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ:

یہ حدیث (جس میں بال اور ناخن کاٹنے کی ممانعت ہے) صرف اس شخص کے ساتھ خاص ہے، جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ لوگ جن کی طرف سے قربانی کی جا رہی ہے، وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، انھیں بال کاٹنے مونڈھنے اور ناخن تراشنے کی ممانعت نہیں ہے، کیونکہ اصل جواز ہے اور ہمیں اس جواز کے خلاف کوئی دلیل معلوم نہیں ہے۔

[فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلميه والإفتاء : ۵۰۰/۱۳]

جو شخص قربانی کی طاقت نہیں رکھتا:

جو شخص قربانی کی استطاعت نہیں رکھتا، عید الاضحیٰ کے دن آئندہ نبوی نسخے 'عید الاضحیٰ کے دن بال کاٹنا، ناخن تراشنا، مونچھیں پست کرنا، زیر ناف بال مونڈھنا' پر عمل کرنے سے مکمل قربانی کا اجر و ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أُمِرْتُ بِيَوْمِ الْأَضْحَى عِيْدًا جَعَلَهُ اللّٰهُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ، قَالَ الرَّجُلُ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَجِدْ إِلَّا مَنِيْحَةً أُنْثَى أَفَأُضَحِّي بِهَا، قَالَ: لَا وَلٰكِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَ أَظْفَارِكَ وَ تَقُصُّ شَارِبَكَ، وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ، فَتِلْكَ

تَمَامُ أُضْحِيَتِكَ عِنْدَ اللّٰهِ»

”مجھے یوم الاضحیٰ کو عید کا حکم دیا گیا ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے عید قرار دیا ہے، اس پر ایک شخص نے عرض کیا: بتایئے! اگر میں صرف دو دھیل بکری ہی پاؤں تو کیا اسے ذبح کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ تم (روزِ عید) اپنے بال کاٹ لینا ناخن تراش لینا، مونچھیں پست کر لینا اور زیر ناف بال مونڈھ لینا (یہ عمل) اللہ تعالیٰ کے ہاں تیری پوری قربانی شمار ہوگا۔“

[سنن أبو داوٗد، کتاب الضحایا، باب ما جاء فی إیجاب الأضاحی : ۲۷۸۹۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب من لم یجد الأضحیة : ۴۳۷۰۔ مسند أحمد : ۱۶۹/۲۔ صحیح ابن حبان : ۵۹۱۴۔ حسنٌ ۔ یحیی بن ھلال صدفی صدوق راوی ھے]

فقہ الحدیث:

۱۔ جس شخص کے پاس قربانی کی استطاعت ہو، اس کے لیے قربانی کرنا افضل ہے لیکن جو شخص قربانی کی طاقت نہیں رکھتا اور قربانی کا اجر وثواب حاصل کرنا چاہتا ہے وہ حدیث الباب میں مذکور طریقے پر عمل کرنے سے قربانی کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

۲۔ جس کے پاس قربانی کی طاقت نہیں ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کی صورت میں اس پر بال کاٹنا، مونڈھنا اور ناخن تراشنا حرام نہیں ہوگا۔

حج میں قربانی کرنا سنت ابراہیمی ہے اور حجاج کرام قربانی کر سکتے ہیں:

حج کے موقع پر قربانی کرنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور حجاج کرام کا اس سنت پر عمل کرنا مستحب فعل ہے۔

① ابو طفیل رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا:

”يَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعَى بَيْنَ الصَّفَا

وَالْمَرْوَةِ وَ أَنَّ ذٰلِكَ سُنَّةٌ "

"آپ کی قوم سمجھتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی ہے اور یہ سنت ہے، اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انھوں نے سچ کہا ہے۔"

بے شک جب ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج کا حکم دیا گیا تو مقام سعی پر شیطان ان کے سامنے آیا، اس نے ابراہیم علیہ السلام سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس سے آگے نکل گئے، پھر جبرئیل علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کو جمرہ عقبہ کی طرف لے گئے اور شیطان ان کے سامنے تو آیا تو اسے سات کنکریاں ماریں حتیٰ کہ شیطان بھاگ گیا...... بعد ازاں شیطان جمرہ وسطیٰ کے قریب سامنے آیا تو انھوں نے پھر اسے سات کنکریاں ماریں، پھر انھوں نے اسماعیل علیہ السلام کو چہرے کی ایک جانب لٹایا اور اسماعیل علیہ السلام پر سفید قمیض تھی، انھوں نے عرض کی، ابا جان! میرے پاس اس کے علاوہ کوئی اور کپڑا نہیں، جس میں آپ مجھے کفن دے سکیں گے۔ (لہٰذا یہ قمیض اتار لیجیے) ابراہیم علیہ السلام وہ قمیض اتارنے لگے تو پیچھے سے آواز آئی، اے ابراہیم! تو نے واقعی خواب سچ کر دکھایا ہے، انھوں نے مڑ کر دیکھا تو ناگہاں وہاں سفید مینڈھا تھا۔

[مسند أحمد : ١/٢٩٧۔ سنن بيهقى : ٥/١٥٤۔ تاريخ دمشق : ٦/٢١٠۔ صحيح]

رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع (کے موقع پر قربانی ذبح کی) اور مجھے ارشاد فرمایا:

« أَصْلِحْ هٰذَا اللَّحْمَ، قَالَ : فَأَصْلَحْتُهُ، فَلَمْ يَزَلْ يَأْكُلُ مِنْهُ حَتّٰى بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ »

''اس گوشت کو محفوظ کرو، ثوبان کہتے ہیں، چنانچہ میں نے اسے محفوظ کیا، پھر آپ اس سے مسلسل کھاتے رہے، حتیٰ کہ آپ مدینہ پہنچ گئے۔''

[صحیح مسلم، کتاب الأضاحی : ۱۹۷۵۔ سنن أبو داوٗد، کتاب الأضاحی، باب فی المسافر یضحی : ۲۸۱٤]

فوائد:

۱۔ حج کے موقع پر قربانی کرنا درست ہے اور حجاج کرام دورانِ حج عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کر سکتے ہیں۔

۲۔ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنا جائز ہے۔ اگر کسی شخص نے کئی قربانیاں کی ہوں تو کسی ایک قربانی کا مکمل گوشت ذخیرہ کرنا جائز و مباح ہے۔

۳۔ شافعی کہتے ہیں : قربانی تمام لوگوں کے لیے اور منیٰ میں موجود حاجی کے لیے بھی مسنون ہے، اور ابو ثور کا بھی یہی موقف ہے۔

[شرح ابن بطال : ٤/١١]

حاجی دوران حج اپنے اہل خانہ کی طرف سے علیحدہ قربانی کر سکتا ہے:

حج کرنے والا حج میں شریک اپنے اہل خانہ کی طرف سے بھی قربانی کر سکتا ہے، اس کی دلیل آئندہ حدیث ہے۔

۱۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

« خَرَجْنَا لَانَرَى إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا كُنَّا بَسَرِفَ حِضْتُ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَنَا أَبْكِي، فَقَالَ : مَالَكِ، أَنَفِسْتِ، قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : إِنَّ هٰذَا أَمْرٌ، كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ، فَاقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ قَالَتْ : وَ ضَحَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَسَائِهِ بِالْبَقَرِ »

''ہم خالص حج کے ارادے سے نکلے اور جب ہم مقام سرف پر پہنچے تو میں حائضہ ہوگئی، پھر رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میں رو رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ہے؟ کیا تو حیض میں مبتلا ہو گئی ہے؟ میں نے عرض کی، ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم زادیوں پر یہ امر لکھ دیا ہے، سوتو وہ اعمال کر جو حج کرنے والا کرتا ہے، البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرو، عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے (عید الاضحیٰ کے دن) اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی۔''

[صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب الأمر بالنفساء إذا نفسن : ٢٩٤]

٢۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

« فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ أُتِيتُ بِلَحْمِ بَقَرٍ كَثِيرٍ فَطُرِحَ فِي بَيْتِي، فَقُلْتُ : مَا هَذَا : قَالُوا : ذَبَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ الْبَقَرَ »

''(دوران حجۃ الوداع) جب یوم نحر تھا، میرے پاس گائے کا کثیر گوشت لایا گیا اور میرے گھر میں رکھ دیا گیا، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انھوں (گوشت لانے والوں) نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی ہے۔''

[مسند أحمد : ٢٧٢/٦۔ حسن]

فوائد:

ا۔ حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں، بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ گائے کا ذبح کرنا قربانی کے لیے تھا۔

[فتح الباری : ٨/١٠]

۲۔ دوران حج میں شامل اہل خانہ کی طرف سے علیحدہ قربانی کرنا مسنون ہے۔

مسافر کے لیے قربانی کرنا مشروع ہے:

مقیم کی طرح مسافر کے لیے قربانی کرنا مشروع ہے، البتہ علماء کا مسافر کے لیے قربانی کی مشروعیت کے مسئلہ میں اختلاف ہے، ذیل میں علماء کے مذاہب نقل کرنے کے بعد ہم راجح موقف کی نشاندہی کریں گے۔

مذاہب:

۱۔ شافعیہ اور جمہور علماء کا مذہب ہے کہ جیسے مقیم کے لیے قربانی مسنون ہے، اسی طرح مسافر کے لیے بھی قربانی مشروع ہے۔

۲۔ ابراہیم نخعی اور ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ مسافر پر قربانی نہیں ہے اور علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی قول منقول ہے۔

۳۔ مالک اور علماء کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ مسافر کے لیے منیٰ اور مکہ میں قربانی مشروع نہیں۔

[شرح النووی : ۱۳/۱۳۳۔ عون المعبود : ۸/۲۷]

راجح موقف:

اس مسئلہ میں جمہور علماء کا موقف راجح ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ذَبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِيَّتَهُ ثُمَّ قَالَ: " يَا ثَوْبَانُ : أَصْلِحْ لَحْمَ هٰذِهِ، فَلَمْ أَزَلْ أُطْعِمُهُ مِنْهَا حَتّٰى قَدِمَ الْمَدِينَةَ »

" (حجۃ الوداع کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی ذبح کی پھر فرمایا: اے ثوبان! اس کا گوشت ذخیرہ کرلو۔ بعد ازاں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلسل اس

سے کھلاتا رہا، حتیٰ کہ آپ ﷺ مدینہ پہنچ گئے۔''

[مسلم، كتاب الأضاحی، باب بيان ما كان من النهی عن أكل لحوم الأضاحی بعد ثلاث فی أول الإسلام : 1975۔ أبو داوٗد، كتاب الأضاحی، باب فی المسافر يضحی : ٢٨١٤]

فقہ الحدیث:

۱۔ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنا اور اسے زادِ راہ بنانا جائز ہے۔

۲۔ سفر کے لیے سامان سفر ذخیرہ کرنا اور زادِ راہ لینا توکل میں قادح نہیں اور ایسا شخص توکل کے زمرے سے خارج نہیں ہوتا۔

۳۔ مسافر کے لیے قربانی ایسے ہی مشروع ہے، جیسے مقیم کے لیے اور ہمارا (شافعیہ کا) اور جمہور علماء کا یہی مؤقف ہے۔

[شرح النووی : ١٣٤/١٣۔ عون المعبود : ٢٧/٨]

(۲) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں:

« أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَ حَاضَتْ بِسَرِفَ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَ مَكَّةَ وَ هِیَ تَبْكِی فَقَالَ : مَالَكِ، أَنَفِسْتِ، قَالَتْ : نَعَمْ، قَالَ : إِنَّ هٰذَا أَمْرٌ، كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَی بَنَاتِ آدَمَ، فَاقْضِی مَا يَقْضِی الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِی بِالْبَيْتِ، فَلَمَّا كُنَّا بِمِنًی، أُتِيتُ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ مَا هٰذَا ؟ قَالُوا ضَحَّی رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ بِالْبَقَرِ»

''وہ مکہ داخل ہونے سے قبل مقام سرف پر حیض سے دو چار ہو گئیں اور نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے جب کہ وہ رو رہی تھیں، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا ہے؟ تو حیض میں مبتلا ہو گئی ہے، انھوں نے عرض کی: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ

تعالیٰ نے یہ امر (حیض) آدم زادیوں پر لکھ دیا ہے۔ سو حج کرنے والا جو اعمال کرے وہ اعمال کر، البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا (عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) پھر جب ہم (دس ذوالحجہ کو) منیٰ میں تھے، میرے پاس گائے کا گوشت لایا گیا، میں نے پوچھا: یہ کیسا گوشت ہے؟ انھوں (گوشت لانے والوں) نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی ہے۔“

[صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب الأضحية للمسافر : ٥٥٤٨۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوه الإحرام : ١٢١١]

فقہ الحدیث:

۱۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ باب ”بَابُ الْأُضْحِيَةِ لِلْمُسَافِرِ وَالنِّسَاءِ“ (مسافر اور عورتوں کے لیے قربانی کا بیان) مسافر کے لیے قربانی کا جواز بیان کیا ہے۔

۲۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، اس عنوان میں اشارہ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ مسافر کے لیے مشروع نہیں، ان کا موقف خلاف سنت ہے۔

[فتح الباری : ۸/۱۰]

۳۔ ابن بطال حدیث الباب کی شرح میں لکھتے ہیں کہ شافعی کہتے ہیں: ”قربانی تمام لوگوں کے لیے مسنون ہے اور منیٰ میں حج کرنے والے پر بھی قربانی مشروع ہے اور ابو ثور کا بھی یہی موقف ہے اور شافعی کی دلیل اوپر بیان کردہ حدیث ہے۔

[شرح ابن ابطال : ۴/۱۱]

③ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحَى، فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَ فِي الْبَعِيرِ عَشَرَةً »

”ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر میں تھے اور عید آ گئی تو ہم گائے میں

سات اور اونٹ میں دس افراد شریک ہوئے۔''

[سنن ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء فی الاشتراك فی الأضحیة : ۱۵۰۱۔ صحیح ابن حبان : ۴۰۰۷۔ صحیح ابن خزیمة : ۲۹۰۸۔ إسناده حسن ۔ علباء بن احمر صدوق اور باقی راوی ثقه هیں]

فقہ الحدیث:

یہ حدیث بھی واضح نص ہے کہ حالت سفر میں قربانی کرنا جائز اور حالت اقامت کی طرح سنت مؤکدہ ہے۔

میت کو قربانی میں شامل کرنا:

میت کو قربانی میں شریک کرنا جائز نہیں، کیونکہ میت کو قربانی میں شریک کرنے کے جواز کے بارے صحیح مسلم کی جس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے وہ استدلال درست نہیں، ذیل میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اور اس سے اخذ کیا جانے والا استدلال پیش خدمت ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ، يَطَأُ فِي سَوَادٍ، وَ يَبْرُكُ فِي سَوَادٍ، وَ يَنْظُرُ فِي سَوادٍ، فَأُتِيَ بِهِ لِيُضَحِّيَ بِهِ قَالَ لِعَائِشَةَ : هَلُمِّي الْمُدْيَةَ، ثُمَّ قَالَ : اِشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ، فَفَعَلَتْ، ثُمَّ أَخَذَهَا، وَ أَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ، ثُمَّ قَالَ : بِاسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ ! تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ ضَحَّى بِهِ »

''بالتحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگوں والا ایسے مینڈھے کا حکم دیا جو سیاہی میں چلتا (یعنی اس کے ہاتھ پاؤں سیاہ تھے) سیاہی میں بیٹھتا (اس کا پیٹ سیاہ تھا)

اور سیاہی میں دیکھتا (یعنی اس کی آنکھیں سیاہ تھیں) ہو۔ پھر (ان صفات کا حامل) مینڈھا ذبح کرنے کے لیے لایا گیا تو آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: چھری لاؤ، بعد ازاں آپ ﷺ نے ارشاد کیا کہ اسے پتھر پر تیز کرو، انھوں نے (اس حکم کی) تعمیل کی، بعد ازاں آپ ﷺ نے چھری پکڑی، پھر مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا اس کے بعد اسے ذبح کرنے لگے تو یہ کلمات کہے: (بِسۡمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ، تَقَبَّلۡ مِنۡ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنۡ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ) ''اللہ کے نام سے، اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد (ﷺ) کی طرف سے قبول فرما۔'' پھر اسے ذبح کر دیا۔''

[صحيح مسلم، كتاب الأضاحى، باب استحباب الضحية : ١٩٦٧۔ سنن أبو داوٗد، كتاب الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا : ٢٧٩٢۔ مسند أحمد : ٧٨/٦۔ سنن بيهقى : ٢٦٧/٩]

فقہ الحدیث:

اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے قربانی میں امت محمد ﷺ کو بھی شریک کیا ہے اور امت محمد ﷺ میں کئی فوت شدگان بھی تھے جو آپ ﷺ سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔ لہٰذا میت کو قربانی میں شریک کرنا جائز ہے، یہ استدلال سراسر باطل اور بے سروپا ہے، کیونکہ الفاظ حدیث میں تو امت محمد ﷺ کو قربانی میں شریک کرنے کا ذکر ہی نہیں۔ حدیث میں تو فقط اتنا وارد ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے محمد ﷺ آل محمد اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبولیت قربانی کی دعا کی ہے، انھیں قربانی میں شریک نہیں کیا۔

فضیلۃ الشیخ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ کا فتویٰ:

صحیح مسلم والی حدیث سے زندہ (لوگ) مراد ہیں، پھر صحیح مسلم کے لفظ ہیں:

« وَ أَخَذَ الۡكَبۡشَ، فَأَضۡجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ، ثُمَّ قَالَ : بِسۡمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ !

تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ، وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ»

''اس میں یہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اہل اور آل اور امت محمدیہ کی طرف سے قربانی کی، اس میں تو ذبح کے بعد اپنی، آل محمد اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبولیت کی دعا کا تذکرہ ہے۔''

[أحکام و مسائل از جافظ عبد المنان نور پوری : ۱/۴۴۴، ۴۴۵]

پھر جن احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ میت کو قربانی میں شریک کرنا جائز ہے، وہ احادیث ضعیف ہیں۔

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحَّى بِكَبْشَيْنِ سَمِينَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ مَوْجُوئَيْنِ فَذَبَحَ أَحَدَهُمَا فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ أُمَّتِهِ مَنْ شَهِدَ لَكَ بِالتَّوْحِيدِ وَ شَهِدَلِي الْبَلَاغَ»

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے موٹے تازے، چتکبرے، سینگوں والے دو خصی مینڈھے ذبح کیے اور ایک کو ذبح کیا تو (یہ کلمات) کہے: اے اللہ! (یہ قربانی) محمد ﷺ اور اس کی امت کے ان افراد کی طرف سے ہے، جنھوں نے تیری توحید کی گواہی دی ہے اور میری تبلیغ کے گواہ ہیں۔''

[مستدرك حاكم : ۲۲۷/۴، ۲۲۸۔ سنن بیهقی : ۲۸۷/۹۔ سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحی، باب أضاحی رسول الله ﷺ : ۳۱۲۲۔ إسناده ضعیف۔ عبدالله بن محمد بن عقیل بن ابی طالب هاشمی ضعیف راوی هے، دیکھیے تحریر تقریب التهذیب]

② جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« أُتِيَ بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ عَظِيمَيْنِ مَوْجُوءَ يْنِ، فَأَضْجَعَ أَحَدَهُمَا وَ قَالَ : بِسْمِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، أَللّٰهُمَّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ،

ثُمَّ أَضْجَعَ الْآخَرَ فَقَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ أُمَّتِهِ، مَنْ شَهِدَ لَكَ بِالتَّوْحِيْدِ وَ شَهِدَ لِيَ الْبَلَاغَ »

”یقیناً رسول اللہ ﷺ کے پاس چتکبرے، سینگوں والے، موٹے تازے، دو خصی مینڈھے لائے گئے اور آپ ﷺ نے ان سے ایک کو لٹایا اور (ذبح کرتے وقت یہ کلمات) کہے: بسم اللہ واللہ اکبر، اے اللہ! (یہ قربانی، محمد اور آل محمد ﷺ کی طرف سے۔ پھر آپ ﷺ نے دوسرا مینڈھا لٹایا اور اسے ذبح کرتے وقت یوں گویا ہوئے: ”اللہ کے نام سے، اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ! (یہ قربانی) محمد ﷺ اور اس کی امت کے ان افراد کی طرف سے جنھوں نے تیری توحید کی گواہی دی اور میری تبلیغ کی شہادت دی۔“

[مسند أبو یعلی : ۱۷۹۲۔ سنن بیهقی : ۲۶۸/۹ إسناده ضعیف۔ عبد الله بن محمد بن عقیل بن ابی طالب هاشمی ضعیف راوی هے]

③ ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا ضَحّٰى اشْتَرٰى كَبْشَيْنِ سَمِيْنَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ فَإِذَا صَلّٰى وَ خَطَبَ النَّاسَ، أُتِيَ بِأَحَدِهِمَا وَهُوَ قَائِمٌ فِيْ مُصَلَّاهُ، فَذَبَحَهُ بِنَفْسِهِ بِالْمُدْيَةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ ! إِنَّ هٰذَا عَنْ أُمَّتِيْ جَمِيْعًا مِمَّنْ شَهِدَ لَكَ بِالتَّوْحِيْدِ وَ شَهِدَ لِيْ بِالْبَلَاغِ، ثُمَّ يُؤْتٰى بِالْآخَرِ فَيَذْبَحُهُ بِنَفْسِهِ وَ يَقُوْلُ : هٰذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ فَيُطْعِمُهُمَا جَمِيْعًا الْمَسَاكِيْنَ، وَ يَأْكُلُ هُوَ وَ أَهْلُهُ مِنْهُمَا »

”بے شک رسول اللہ ﷺ جب قربانی کا ارادہ کرتے تو دو موٹے تازے، سینگوں والے چتکبرے مینڈھے خریدتے پھر جب آپ ﷺ نماز (عید) پڑھتے اور

لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے تو ایک مینڈھا لایا جاتا حالانکہ آپ ﷺ اپنی نماز کی جگہ پر کھڑے ہوتے اور آپ ﷺ خود اسے چھری سے ذبح کرتے اور یہ (کلمات) کہتے : اے اللہ ! یہ (قربانی) میری امت کے ان تمام افراد کی طرف سے ہے جنھوں نے تیری توحید کی گواہی دی اور میرے پیغام پہنچانے کی شہادت دی، پھر دوسرا مینڈھا لایا جاتا، آپ ﷺ اسے خود ذبح کرتے اور کہتے : یہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کی طرف سے ہے، پھر آپ ﷺ ان دونوں جانوروں کا گوشت مساکین کو بھی کھلاتے، خود بھی تناول کرتے اور آپ ﷺ کے اہل خانہ بھی ان سے کھاتے۔"

[مسند أحمد : ٣٩١/٦- طبرانی کبیر : ٩١٥- سنن بیهقی : ٢٥٩/٩- إسناده ضعیف۔ عبد الله بن محمد بن عقیل ضعیف راوی هے]

ایسی تمام مطلق روایات جن سے فوت شدگان کو قربانی میں شامل کرنے کی دلیل لی جاتی ہے وہ ضعیف ہیں۔ نیز اوپر بیان کردہ صحیح مسلم کی روایت میں منقول الفاظ : (بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ، تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ) "اللہ کے نام سے، اے اللہ ! محمد، آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما۔" [مسلم : ١٩٦٧]

اور سنن ابو داؤد میں مینڈھے ذبح کرتے وقت نبی ﷺ سے منقول یہ الفاظ : " اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ أُمَّتِهِ بِسْمِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ " "اے اللہ ! (یہ قربانیاں) تیرا عطیہ اور محمد ﷺ اور اس کی امت کی جانب سے تیرے لیے ہیں، اللہ کے نام سے اور وہ سب سے بڑا ہے۔

[سنن أبو داوٗد، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا : ٢٧٩٥- ابن ماجه، أبواب الأضاحی، باب أضاحی رسول الله ﷺ : ٣١٢١- مسند أحمد : ٣٧٥/٣- صحیح ابن خزیمه : ٢٨٩٩- مستدرك حاکم : ١٦٦٩ إسناده حسن]

صحیح ابن خزیمہ، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں محمد بن اسحاق کے سماع کی تصریح موجود

ہے، لہٰذا یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔

ان روایات سے یہ استدلال کرنا کہ چونکہ نبی ﷺ نے امت کو قربانی میں شریک کیا ہے اور آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کے بعض امتی وفات پا چکے تھے، لہٰذا میت کو قربانی میں شریک کرنا جائز ہے۔ یہ استدلال کئی اعتبار سے باطل ہے۔

① یہ مطلق روایت ہے اور اصول فقہ کا معروف قاعدہ ہے کہ ایک ہی مسئلہ میں مقید اور مطلق روایات منقول ہوں تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، چنانچہ آئندہ عنوان کے تحت منقول روایت مقید ہے اور اس میں آپ ﷺ کی طرف سے ان زندہ افراد کو قربانی میں شریک کرنا ثابت ہے، جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

② امت کے ایسے زندہ افراد جو قربانی کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، ان کی طرف سے قربانی کرنا خاصہ رسول ہے، کسی عام امتی کو اس کی اجازت نہیں، لہٰذا قربانی میں میت کو بلا ثبوت قربانی میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

امت کے زندہ افراد کو قربانی میں شامل کرنا:

رسول اللہ ﷺ کا امت کے ان زندہ افراد کی طرف سے قربانی کرنا ثابت ہے، جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى لِلنَّاسِ يَوْمَ النَّحْرِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ خُطْبَتِهِ وَ صَلَاتِهِ دَعَا بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ بِنَفْسِهِ وَ قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ عَنِّیْ وَ عَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِیْ »

”یقیناً رسول اللہ ﷺ نے یوم نحر (دس ذوالحجہ) کو لوگوں کو نماز (عید) پڑھائی اور جب آپ ﷺ خطبہ اور عید سے فارغ ہوئے، آپ ﷺ نے ایک مینڈھا منگوایا، اسے خود ذبح کیا اور (ذبح کرتے وقت) یہ کلمات کہے: بسم اللہ اللہ اکبر،

اے اللہ! یہ (قربانی) میری اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے جو قربانی نہیں کر سکے۔"

[سنن بيهقي : ٩/٢٦٤ـ مستدرك حاكم : ٤/٢٢٩ـ دارقطني : ٥٤٤، ٥٤٥ـ إسناده حسن]

مطلب بن عبد اللہ بن مطلب بن حطب صدوق مدلس ہیں، لیکن اس روایت میں ان کے سماع کی تصریح ہے، تدلیس کا ازالہ ہو گیا اور تدلیس کی علت ختم ہونے کی وجہ سے روایت حسن ہے۔

② سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَبَحَ كَبْشًا أَقْرَنَ بِالْمُصَلَّى ثُمَّ قَالَ : اَللّٰهُمَّ هَذَا عَنِّي وَ عَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي »

"بالیقین رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والا مینڈھا ذبح کیا، پھر (مینڈھا ذبح کرتے وقت یہ کلمات) کہے: اے اللہ! یہ (قربانی) میری اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے، جنھوں نے قربانی نہیں کی۔"

[مستدرك حاكم : ٧٦٥٦ـ سنن دارقطني : ٤/٤٨٤ـ مسند أحمد : ٣/٨ـ إسناده حسن]

ربیح بن عبد الرحمٰن بن ابی سعید خدری، صدوق راوی ہیں، ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے، حاکم نے اس کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن ابی عدی نے اسے لاباس بہ کہا ہے۔

فوائد:

① یہ احادیث دلیل ہیں کہ نبی ﷺ نے قربانی میں امت کے ان افراد کو شریک کیا، جو قربانی دینے سے قاصر تھے۔ لہٰذا مطلق روایت سے یہ ثابت کرنا کہ آپ ﷺ نے امت کے فوت شدگان کو بھی قربانی میں شامل کیا تھا، سراسر باطل ہے۔ بلکہ احادیث

الباب صریح نص ہیں کہ قربانی میں امت کے صرف ان زندہ افراد کو شامل کیا گیا، جو قربانی کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔

۲ جب آپ ﷺ کی طرف سے دی گئی قربانی میں امت کے تمام زندہ افراد کو شامل نہیں کیا گیا تو مردوں کو قربانی میں شریک کرنا کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔

امتیوں کو قربانی میں شریک کرنا خاصہ رسول ہے:

امت کے زندہ افراد کو قربانی میں شریک کرنا نبی ﷺ کا خاصہ و امتیاز ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے گھر والوں کو قربانی میں شامل کرنا تو ثابت ہے، لیکن کسی صحابی سے قربانی میں امت کو شریک کرنا ثابت نہیں۔

عبد الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

"تَضْحِيَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أُمَّتِهِ وَ إِشْرَاكُهُمْ فِي أُضْحِيَتِهِ مَخْصُوصٌ بِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَ أَمَّا تَضْحِيَتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَ آلِهِ فَلَيْسَ مَخْصُوصٌ بِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مَنْسُوخًا، وَالدَّلِيلُ عَلَى ذٰلِكَ أَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ كَانُوا يُضَحُّونَ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ يَذْبَحُهَا الرَّجُلُ عَنْهُ وَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا عَرَفْتَ، وَلَمْ يَثْبُتْ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ التَّضْحِيَةُ عَنِ الْأُمَّةِ، وَ إِشْرَاكُهُمْ فِي أُضْحِيَتِهِ الْبَتَّةَ"

"امت کی طرف سے قربانی کرنا اور انھیں اپنی قربانی میں شریک کرنا رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے، لیکن اپنی طرف سے اور اہل خانہ کی طرف قربانی کرنا نہ آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص اور نہ یہ عمل منسوخ ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنی طرف سے اور اپنے اہل خانہ کی طرف ایک بکری قربانی کرتے

رہے ہیں، لیکن کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ اس نے امت کی طرف سے قربانی کی ہے یا کبھی کسی نے امت کے افراد کو قربانی میں شریک کیا ہے۔''

[تحفة الأحوذی : ٥/٦٩]

میت کی طرف سے مستقل قربانی کرنا:

میت کی طرف سے مستقل قربانی کرنا جائز نہیں، کیونکہ میت کی طرف سے باقاعدہ قربانی کرنے کی روایات ضعیف ہیں۔

① حنش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ : مَا هٰذَا : فَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ فَأَنَا أُضَحِّي عَنْهُ »

''میں نے علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ (قربانی پر) دو مینڈھے (ایک اپنی طرف سے اور دوسرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) ذبح کرتے تھے، میں نے انھیں پوچھا: یہ کیوں؟ اس پر انھوں نے بتایا، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی کہ میں نے ان کی طرف سے قربانی کروں، اس لیے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔''

[سنن أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب الأضحية عن الميت : ٢٧٩٠۔ جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء فی الأضحية عن الميت : ١٤٩٥۔ مسند أحمد : ١/١٠٧۔ مسند أبو يعلى : ٤٥٩۔ مستدرك حاكم : ٤/٢٥٥۔ إسناده ضعيف]

شریک بن عبداللہ قاضی ضعیف مدلس ہے اور ابوالحسناء مجہول راوی ہے۔

② عاصم بن شریب سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« أُتِيَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ وَ قَالَ : بِسْمِ

اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ مِنكَ، وَ لَكَ، وَ مِنُ مُحَمَّدٍ لَكَ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَتَصَدَّقَ بِهِ، ثُمَّ أُتِیَ بِكَبُشٍ آخَرَ فَذَبَحَهُ فَقَالَ : بِسُمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ مِنُكَ وَلَكَ وَ مِنُ عَلِیٍّ لَكَ »

''علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مینڈھا لایا گیا، انھوں نے اسے ذبح کیا (اور ذبح کرتے وقت یہ کلمات) کہے: اللہ کے نام سے، اے اللہ! تیری توفیق سے اور تیرے لیے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تیرے لیے ہے، پھر اس کے بارے حکم دیا اور اسے صدقہ کر دیا۔''

بعد ازاں دوسرا مینڈھا لایا گیا، انھوں نے اسے ذبح کیا اور یہ کلمات کہے: ''اللہ کے نام کے ساتھ تیری توفیق سے اور تیرے لیے ہے۔ (یہ قربانی) علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے تیرے لیے ہے۔

[سنن بیهقی : ۹/۲۸۷، إسناده ضعیف عاصم بن شریب مجهول راوی هے]

عبد الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

" لَمُ أَجِدَ فِی التَّضُحِيَةِ عَنِ الُمَيِّتِ مُنُفَرِدًا حَدِيثًا صَحِيحًا، وَ أَمَّا حَدِيثُ عَلِیٍّ الُمَذُكُورُ فِی الُبَابِ فَضَعِيُفٌ كَمَا عَرَفُتَ "

''میت کی طرف سے علیحدہ قربانی کرنے کے بارے مجھے ایک بھی صحیح حدیث نہیں ملی اور اس مسئلہ میں علی رضی اللہ عنہ سے مذکور حدیث ضعیف ہے، جیسا کہ تمھیں معلوم ہے۔''

[تحفة الأحوذی : ۶۰/۵]

لہٰذا میت کو قربانی میں شریک کرنا یا میت کی طرف سے علیحدہ قربانی کرنا جائز نہیں۔

قربانی کے جانور

قربانی کے لیے بھیمۃ الأنعام 'اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری' کا ہونا شرط ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور جنس کی قربانی کتاب وسنت کی رو سے مشروع نہیں۔ دلائل حسب ذیل ہیں:

① قربانی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ﴾

''اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کا طریقہ مقرر کیا ہے، تاکہ وہ ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں، جو اس نے انھیں دیے ہیں۔'' [الحج : ٣٤]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ﴾

''تاکہ (دوران حج) وہ اپنے منافع میں حاضر ہوں اور چند معلوم دنوں میں وہ ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں، جو اس نے انھیں عطا کیے ہیں۔''

[الحج : ٢٨]

مذکورہ بالا آیات میں قربانی کے مخصوص جانوروں 'بھیمۃ الانعام' کا بیان ہوا ہے، 'بھیمۃ الانعام' (پالتو چوپاؤں) سے کون سے چوپائے مراد ہیں، اس بھیمۃ الانعام کی توضیح قرآن

میں دوسرے مقام پر ہوئی ہے کہ پالتو چوپاؤں سے مقصود اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہیں:
ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ﴾ [الأنعام: ١٤٢، ١٤٣، ١٤٤]

”اور چوپاؤں میں کچھ بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین سے لگے ہوئے ہیں، کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمھیں رزق دیا ہے اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے، (یہ چوپائے) آٹھ قسم کے ہیں، بھیڑ میں دو (نر اور مادہ) اور بکری میں دو (نر اور مادہ) کہیے، کیا اس نے دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ؟ یا اس (بچے) کو جسے دونوں ماداؤں نے پیٹ میں لپیٹ رکھا ہے، تم مجھے کسی دلیل سے بتاؤ اگر تم سچے ہو اور (انعام) اونٹ میں دو (نر اور مادہ) اور گائے میں دو (نر اور مادہ ہیں)۔“

فقه الآية :

یہ آیت دلیل ہے کہ بھیمۃ الأنعام کا اطلاق چوپاؤں کی چار اجناس، اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری پر ہی ہوتا ہے۔

۱۔ ابن جریر طبری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«وَ أَمَّا النَّعَمُ، فَإِنَّهَا عِنْدَ الْعَرَبِ اسْمٌ لِلْإِبِلِ وَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ خَاصَّةً»

”أنعامٌ، نَعَمٌ کی جمع ہے۔ اور اہل عرب کے نزدیک نَعَمٌ، بالخصوص اونٹ،

گائے اور بھیڑ بکری کا نام ہے۔"

[تفسیر طبری : ۴۵۷/۹]

۲۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

"بھیمۃ الأنعام سے مراد اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہے، اور حسن بصری رحمہ اللہ اور قتادہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔"

[تفسیر ابن کثیر : ۸/۲]

۳۔ امام قرطبی رحمہ اللہ سورۃ الحج، آیت (۲۸) کی تشریح بیان کرتے ہیں:

«وَالْأَنْعَامُ هُنَا الْإِبِلُ، وَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ، وَبَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ هِيَ الْأَنْعَامُ»

"یہاں انعام سے مراد اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہے اور بھیمۃ الانعام اور انعام ہم معنی الفاظ ہیں۔"

[تفسیر قرطبی : ۴۴/۱۲]

۴۔ شوکانی رحمہ اللہ، سورۂ حج کی آیت (۲۸) کی شرح میں لکھتے ہیں:

"بھیمۃ الانعام اونٹ گائے اور بھیڑ بکری ہے اور بھیمۃ الانعام سے مراد انعام ہی ہے۔"

[فتح القدیر : ۱۱۵/۵]

پھر سورۂ حج، آیت ۳۴: ﴿عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: "وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ الْقُرْبَانَ لَا يَكُونُ إِلَّا مِنَ الْأَنْعَامِ دُونَ غَيْرِهَا" اس آیت میں اشارہ ہے کہ قربانی صرف انعام 'اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری' ہی کی ہوتی ہے اور ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی نہیں ہوتی۔

[فتح القدیر : ۱۱۵/۵]

۵۔ نواب صدیق حسن خان بیان کرتے ہیں:

"(قربانی کے لیے) انعام کی قید اس لیے لگائی گئی کہ انعام کے سوا کسی اور جانور

کی قربانی درست نہیں، اگر چہ اس کا کھانا حلال ہے۔"

[ترجمان القرآن : ۷٤۱]

٦۔ " وَ إِنَّمَا خُصَّ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ، لِأَنَّهَا الْمَشْرُوعَةُ فِي الْقُرَبِ "

" (قربانی کے لیے) بھیمۃ الانعام کا ذکر خاص اس لیے کیا گیا ہے، کیونکہ بھیمۃ الانعام ہی کی قربانی مشروع ہے۔" [زاد المسیر : ۳۸۳/٤]

۷۔ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، قربانی میں فقط بھیمۃ الانعام 'اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری' کفایت کرتے ہیں، اس کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿ لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ﴾

" اور بھیمۃ الانعام سے مراد، اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہے۔"

[المغنی لابن قدامہ الشرح الکبیر : ۱۰۰/۱۱]

۸۔ سید سابق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

" وَلَا تَكُونُ إِلَّا مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَلَا تُجْزِئُ مِنْ غَيْرِ هَذِهِ الثَّلَاثَةِ، يَقُولُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ، لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ "

" قربانی صرف اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہی کی ہوتی ہے اور ان جنسوں کے سوا کسی اور جانور کی قربانی کفایت نہیں کرتی۔ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں (تا کہ وہ ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں) جو اس نے انھیں دیے ہیں۔"

[فقه السنة : ۳٤/۲]

درج بالا آیات اور مفسرین کے اقوال سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ چار جانوروں اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہی کی قربانی مشروع ہے اور اس کے علاوہ کسی اور حلال جانور کی قربانی قبول نہیں، لہٰذا قربانی کے لیے انھیں چار اجناس کے چوپاؤں میں سے کسی

چوپائے کا انتخاب کیا جائے، نیز نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی انھیں چوپاؤں، اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری کی قربانی ثابت ہے۔

لہٰذا قرآن و سنت، تعامل صحابہ اور اقوال مفسرین کھلی دلیل ہیں کہ انھیں جانوروں کی قربانی مشروع ہے اور ان چار اجناس کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی کے جواز کا ثبوت قرآن و سنت میں موجود نہیں، لہٰذا مبنی بر احتیاط اور راجح مؤقف یہی ہے کہ ان جانوروں کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی نہ کی جائے۔

بھینس کی قربانی کا حکم:

مذکورہ بالا بحث میں ہم نے بالتفصیل وضاحت کی ہے کہ کتاب و سنت اور فقہاء و مفسرین کے اقوال کی رو سے صرف چار اجناس کے چوپاؤں، اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری کی قربانی جائز ہے اس کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی مشروع نہیں۔ لیکن احناف کے نزدیک بھینس کی قربانی جائز ہے اور ان کا یہ جواز کسی آیت و حدیث سے ماخوذ نہیں، بلکہ بھینس کی قربانی کے جواز کی دلیل ہدایہ شریف کی یہ عبارت ہے: "وَ يَدْخُلُ فِي الْبَقَرِ الْجَامُوْسُ لِاَنَّهُ مِنْ جِنْسِهِ" "اور بھینس گائے (کے حکم) میں داخل ہے، کیونکہ بھینس گائے کی جنس ہے۔" لیکن یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے۔

① صاحب ہدایہ کی عبارت ہی دلیل ہے کہ بھینس اور گائے کی اجناس مختلف ہیں، کیونکہ جو چیز حکماً کسی اور جنس میں داخل ہو، اس کی جنس اس چیز سے یقیناً مختلف ہوتی ہے۔

② احناف کی اپنی عبارات اس بات کی گواہ ہیں کہ بھینس گائے کی جنس نہیں، بلکہ بھینس اور گائے کی جنسیں مختلف ہیں، اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

ا۔ فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب در المختار میں مذکور ہے کہ "وَلَا يَعُمُّ الْبُقَرُ الْجَامُوْسَ" گائے بھینس کو عام نہیں (یعنی جنس گائے میں بھینس شامل نہیں ہے)۔

[در المختار : ٤/ ٨٠

حاشیہ رد المختار کا مصنف اس عبارت کی شرح میں لکھتا ہے:

"وَلَا یَعُمُّ الْبَقَرُ الْجَامُوْسَ" (گائے بھینس کو شامل نہیں)۔

"أَیْ فَلَوْ حَلَفَ لَا یَأْکُلُ لَحْمَ بَقَرٍ وَلَا یَحْنَثُ بِأَکْلِ الْجَامُوْسِ کَعَکْسِهٖ لِأَنَّ النَّاسَ یُفَرِّقُوْنَ بَیْنَهُمَا، قِیْلَ یَحْنَثُ لِأَنَّ الْبَقَرَ أَعَمُّ، وَ الصَّحِیْحُ الْأَوَّلُ کَمَا فِی النَّهْرِ عَنِ التَّاتَرْ خَانِیَةِ"

"یعنی اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ گائے کا گوشت نہیں کھائے گا تو بھینس کا گوشت کھانے سے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، اسی طرح کوئی بھینس کا گوشت نہ کھانے کی قسم کھائے تو گائے کا گوشت کھانے سے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ کیونکہ لوگ گائے اور بھینس کی اجناس میں فرق کرتے ہیں۔"

ایک (ضعیف) قول ہے کہ اس عمل سے اس کی قسم ٹوٹ جائے گی، کیونکہ گائے عام ہے، جس میں بھینس شامل ہے، لیکن پہلا قول راجح ہے، جیسا کہ 'النہر' میں فتاویٰ تاتار خانیہ سے منقول ہے۔

[حاشیہ رد المختار: ۴/ ۸۰]

۲۔ ہدایہ کی معروف شرح 'فتح القدیر' میں منقول ہے:

"وَالْبَقَرُ لَا یَتَنَاوَلُ الْجَامُوْسَ لِلْعُرْفِ"

"عرف عام میں بھینس گائے کی جنس میں شامل نہیں ہے۔"

[فتح القدیر: ۱۱/ ۲۷۶]

جب خود احناف بھینس کو گائے کی جنس تسلیم نہیں کرتے تو اسے مختلف الجنس چوپائے کو قربانی کے ان چوپاؤں میں کیسے شامل کیا جا سکتا ہے۔ جن کے بارے کتاب وسنت میں واضح نص بیان ہوئی ہے۔

بھینس کی قربانی کے عدم جواز پر عبد المنان نور پوری حفظہ اللہ کا فتویٰ:

سوال: کیا بھینس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ دونوں صورتوں میں کتاب و سنت کے دلائل سے وضاحت فرما دیں؟

جواب: جو لوگ بھینس کی قربانی کے جواز کے قائل ہیں، ان کے ہاں دلیل بس یہی ہے کہ لفظ بقر اس (بھینس) کو بھی شامل ہے یا پھر اس کو بقر پر قیاس کرتے ہین اور معلوم ہے کہ گائے کی قربانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، عمل اور تقریر سے ثابت ہے، لہٰذا گائے کی قربانی کی جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تینوں طریقوں سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم

[أحکام و مسائل از عبد المنان نوز پوری: ۱/ ٤٤٠]

فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

"ائمہ اسلام کے ہاں جاموس (بھینس) کا جنس بقر سے ہونا مختلف فیہ ہے، مبنی بر احتیاط اور راجح یہی موقف ہے کہ بھینس کی قربانی نہ کی جائے، بلکہ مسنون قربانی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری سے کی جائے، جب یہ جانور موجود ہیں تو ان کے ہوتے ہوئے مشتبہ امور سے اجتناب ہی کرنا چاہیے اور دیگر بحث و مباحثے سے بچنا ہی اولیٰ و بہتر ہے۔"

[أحکام و مسائل از مبشر احمد ربانی، ص: ۵۱۱]

قربانی کے جانور کا دو دانتا ہونا شرط ہے:

قربانی کے جانوروں کا دو دانتا ہونا شرط ہے اور اگر قربانی کے دو دانتے جانور دستیاب ہوں تو قربانی کے لیے انھیں (دو دانتے) جانوروں کا انتخاب لازم ہے، چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً، إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ، فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ »

”تم (قربانی میں) محض دو دانتا جانور ہی ذبح کرو، البتہ اگر (دو دانتا کا حصول) تمھارے لیے مشکل ہو جائے تو بھیڑ کا کھیرا ذبح کرو۔“

[صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب سن الأضحیة : ۱۹۶۳۔ سنن أبو داوٗد، کتاب الضحایا، باب ما یجوز فی الضحایا من السن : ۲۷۹۷۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة : ۴۳۸۳۔ سنن ابن ماجه، کتاب الأضاحی، باب ما یجزئ من الأضاحی : ۳۱۴۱۔ مستخرج أبی عوانه : ۶۳۳۸۔ إسناده صحیح]

تحقیق الحدیث:

علامہ البانی رحمہ اللہ نے (سلسلة الضعیفة تحت حدیث : ۶۵۔ ارواء الغلیل : ۱۱۴۵ اور هدایة الرواة وغیره) میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور سبب ضعف ابوزبیر مکی کی تدلیس بیان کی ہے، لیکن ان کا مذکورہ حدیث کو ضعیف قرار دینا دو وجوہ سے ناقابل التفات ہے۔

① بخاری و مسلم میں مدلس کی تدلیس قادح نہیں، صحیحین میں منقول مدلسین کی معنعن روایات کے بارے امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

" وَاعْلَمْ أَنَّ مَا كَانَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنِ الْمُدَلِّسِيْنَ بِعَنْ وَ نَحْوِهَا، فَمَحْمُوْلٌ عَلَى ثُبُوْتِ السَّمَاعِ مِنْ جِهَةٍ أُخْرَى "

”بلاشبہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں مدلسین سے عن اور اس جیسے تدلیس کے دیگر الفاظ سے منقول روایت دوسرے طرق سے ثبوت سماع پر محمول ہیں۔“

(لہٰذا بخاری و مسلم میں مدلس کا عنعنہ صحت حدیث میں قادح نہیں)

[شرح النووی :، فصل فی التدلیس : ۱/۱۵۳]

② پھر مستخرج ابی عوانہ میں ابوزبیر مکی کے سماع کی صراحت موجود ہے، لہٰذا تدلیس کا شائبہ بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے، سو اس حدیث کے صحیح ہونے کے بارے کسی قسم کے شک و شبہ میں مبتلا نہ ہوا جائے۔

مُسِنَّہ کی تعریف :

① امام نووی رحمہ اللہ مُسِنَّہ کی توضیح میں بیان کرتے ہیں:

" قَالَ الْعُلَمَاءُ، اَلْمُسِنَّةُ هِيَ الثَّنِيَّةُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ، فَمَا فَوْقَهَا"

"مسنہ اونٹ، گائے اور بھیڑ، بکری میں سے دو دانتا یا اس سے بڑی عمر کا جانور ہے۔"

[شرح النووی : ۱۱۷/۱۳]

② شوکانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ علماء بیان کرتے ہیں:

" اَلْمُسِنَّةُ هِيَ الثَّنِيَّةُ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ فَمَا فَوْقَهَا، وَ هٰذَا تَصْرِيْحٌ بِأَنَّهُ لَا يَجُوْزُ الْجَذْعُ وَلَا يُجْزِئُ إِلَّا إِذَا عَسُرَ عَلَى الْمُضَحِّي وُجُوْدُ الْمُسِنَّةِ"

"مسنہ اونٹ، گائے اور بھیڑ، بکری میں سے دو دانتا یا اس سے بڑی عمر کا جانور ہے اور (حدیث الباب میں واضح) صراحت ہے کہ بھیڑ کے کھیرے کی قربانی صرف اس صورت میں جائز ہے اور کافی ہے، جب قربانی کرنے والے پر دو دانتے جانور کا حصول مشکل ہو جائے۔" [نیل الأوطار : ۱۲۰/۵]

③ "اَلثَّنِيُّ اور اَلْمُسِنَّہ" مترادف المعنی الفاظ ہیں اور "اَلثَّنِيُّ اور اَلْمُسِنَّہ" اس جانور کو کہتے ہیں، جس کے اگلے دو دانت گر گئے ہوں۔

فقہ الحدیث:

① دو دانتے، چار دانتے، چھ دانتے وغیرہ جانور کی قربانی جائز ہے، بشرطیکہ وہ ان عیوب سے پاک ہو، جن سے پاک ہونا صحت قربانی کی شرط ہے۔

② دو دانتا جانور کی بسہولت دستیابی کی صورت میں دو دانتا جانور کی قربانی کرنا لازم ہے۔

③ امیر یمانی بیان کرتے ہیں:

" وَالْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ لَا يُجْزِئُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ فِي حَالٍ مِنَ الْأَحْوَالِ إِلَّا عِنْدَ تَعَسُّرِ الْمُسِنَّةِ "

"حدیث الباب دلیل ہے کہ بھیڑ کا کھیرا کسی بھی صورت قربانی کے لیے درست نہیں، البتہ دو دانتا جانور ملنا مشکل ہو تو بھیڑ کا کھیرا جائز ہے۔"

[سبل السلام : ١٣٥٦/٤]

مسنہ کی عدم دستیابی کی صورت میں بھیڑ کا کھیرا جائز ہے:

اگر اونٹ، گائے اور بھیڑ، بکری کا دو دانتا جانور ملنا مشکل ہو تو عسرت کی صورت میں بھیڑ کے کھیرے کی قربانی جائز ہے، دلائل آئندہ احادیث ہیں:

① سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً، إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ، فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ »

"تم (قربانی میں) صرف دو دانتا ہی ذبح کرو، البتہ اگر (دو دانتا کا حصول) تمھارے لیے مشکل ہو جائے تو بھیڑ کا کھیرا ذبح کرو۔"

[صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب سن الأضحية : ١٩٦٣۔ سنن أبو داوٗد، کتاب الضحایا، باب ما یجوز فی الضحایا من السن : ٢٧٩٧۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة : ٤٣٨٣۔ سنن ابن ماجه، کتاب الأضاحی، باب ما یجزئ من الأضاحی : ٣١٤١۔ مستخرج أبی عوانه : ٦٣٣٨۔ إسناده صحیح]

② کلیب بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كُنَّا فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحَى فَجَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا يَشْتَرِي الْمُسِنَّةَ بِالْجَذَعَتَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ، فَقَالَ لَنَا رَجُلٌ مِنْ مُزَيْنَةَ، كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ هٰذَا الْيَوْمُ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَطْلُبُ الْمُسِنَّةَ بِالْجَذَعَتَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْجَذَعَ يُوفِي مِمَّا يُوفِي مِنْهُ الثَّنِيُّ »

''ہم سفر میں تھے کہ عید الاضحیٰ آ گئی، چنانچہ ہم میں سے ہر شخص دو یا تین (بھیڑ کے) کھیروں کے عوض دو دانتا (بکری) خریدنے لگا، اس پر مزینہ قبیلے کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں محو سفر تھے کہ یہ دن (عید قربان) آ گیا اور ہر شخص دو یا تین (بھیڑ کے) کھیروں کے بدلے دو دانتا (بکری) طلب کرنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلا شبہ بھیڑ کا کھیرا اس کام کو پورا کرتا ہے، جسے دو دانتا (بکری) پورا کرتی ہے۔''

[سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة: ٤٣٨٨۔ مستدرك حاکم : ٢٢٦/٤۔ إسناده حسن، عاصم بن کلیب اور کلیب بن شهاب صدوق راوی هیں]

③ کلیب بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْأَضْحَى بِيَوْمَيْنِ نُعْطِي الْجَذَعَتَيْنِ بِالثَّنِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْجَذَعَةَ تُجْزِئُ مَا تُجْزِئُ مِنْهُ الثَّنِيَّةُ »

''ہم نبی ﷺ کے ہمراہ تھے اور عید الاضحیٰ سے دو روز قبل دو دانتا (بکری) کے عوض (بھیڑ کے) دو کھیرے دیتے تھے (اس پر) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک (بھیڑ کا) کھیرا اس (قربانی) سے کفایت کرتا ہے، جس سے دو دانتا (بکری) کافی ہے۔''

[سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة : ٤٣٨٩۔ سنن بیهقی : ٢٧١/٩۔ مسند أحمد : ٣٦٨/٥۔ إسناده حسن]

فوائد:

① دو دانتا جانور بسہولت میسر نہ آنے کی صورت میں بھیڑ کے کھیرے کی قربانی جائز ہے۔

② دو دانتا کے میسر نہ آنے کی دو صورتیں ہیں: ① منڈی میں دو دانتا نایاب ہو۔

② منڈی میں دو دانتا جانور کے نرخ انتہائی تیز ہوں۔

بصورت دیگر دو دانتا جانور کے بسہولت میسر آنے کی صورت میں بھیڑ کے کھیرے کی قربانی جائز نہیں۔

دو دانتا جانور کے بآسانی میسر آنے کی صورت میں بھیڑ کا کھیرا جائز نہیں:

اگر دو دانتا جانور بآسانی میسر ہو تو بھیڑ کے کھیرے کی قربانی جائز نہیں، بھیڑ کے کھیرے کی قربانی صرف اس وقت جائز ہے، جب دو دانتا جانور کا حصول مشکل ہو، مطلق بھیڑ کا کھیرا کافی نہیں، نیز بھیڑ کے کھیرے کے مطلق جواز کے بارے مروی روایات ضعیف اور غیر مستند ہیں۔

۱۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«نِعْمَ أَوْ نِعْمَتِ الْأُضْحِيَةُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ، فَانْتَهَبَهَا النَّاسُ»

”بہترین قربانی بھیڑ کا کھیرا ہے (یہ سن کر) لوگ بھیڑ کے کھیرے کو تیزی سے خریدنے لگے۔“

[جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء فی الجذع من الضأن فی الأضاحی : ۱۴۹۹۔ مسند أحمد : ۴۴۴/۲۔ سنن بیهقی : ۲۷۱/۹، إسناده ضعیف۔ كدام بن عبد الرحمن السلمی اور ابو كباش السلمی مجهول راوی هیں]

۲۔ ہلال بن ابی ہلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَجُوزُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ أُضْحِيَةً»

”قربانی میں بھیڑ کا کھیرا جائز ہے۔“

[مسند أحمد : ۳۶۸/۶۔ سنن ابن ماجه، كتاب الأضاحی، باب ما يجزئ من

الأضاحی : ۳۱۳۹۔ سنن بیهقی : ۲۷۱/۹۔ إسناده ضعیف، محمد بن ابی یحییٰ اسلمی کی والده مجھوله هیں]

③ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« نَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : كَيْفَ رَأَيْتَ عِيْدَنَا ؟ فَقَالَ : لَقَدْ تَبَاهَى بِهِ أَهْلُ السَّمَاءِ، اِعْلَمْ يَا مُحَمَّدُ ! أَنَّ الْجَذَعَ مِنَ الضَّأْنِ خَيْرٌ مِنَ السَّيِّدِ مِنَ الْمَعْزِ، وَأَنَّ الْجَذَعَ خَيْرٌ مِنَ السَّيِّدِ مِنَ الْبَقَرِ، وَ أَنَّ الْجَذَعَ مِنَ الضَّأْنِ خَيْرٌ مِنَ السَّيِّدِ مِنَ الْإِبِلِ، وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ ذِبْحًا خَيْرًا مِنْهُ فَدَى بِهِ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ »

”جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے (انھیں) پوچھا: ہماری عید کے بارے بتائیے (تم اس کی منزلت کیا محسوس کرتے ہو) انھوں نے کہا: بالتحقیق عید پر آسمان کے فرشتے باہم فخر کرتے ہیں، اے محمد ﷺ! جان لو کہ بھیڑ کا کھیرا بکری کے دو دانتا سے بہتر ہے، بھیڑ کا جذع، گائے کے دو دانتا سے افضل ہے اور بھیڑ کا جذع اونٹ کے دو دانتے سے بھی بہتر ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اس (بھیڑ کے کھیرے) سے بہتر کوئی ذبیحہ سمجھتے تو ابراہیم علیہ السلام کو فدیہ میں وہ جانور دیتے۔“

[مستدرك حاكم : ۲۲۲/۴، ۲۳۳۔ مسند بزار : ۱۲۰۷ إسناده ضعیف۔ اسحاق بن ابراهیم حنینی ضعیف راوی هے]

④ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَلْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ خَيْرٌ مِنَ السَّيِّدِ مِنَ الْمَعْزِ »

”بھیڑ کا کھیرا بکری کے دو دانتا سے افضل ہے۔“

[مسند أحمد : ۴۰۲/۲۔ مستدرك حاكم : ۲۲۷/۴ إسناده ضعیف، اسحاق بن ابراهیم حنینی ضعیف اور ثمامه بن وائل بن حصین ابو ثفال مجهول راوی هے]

جذعہ (بھیڑ کے کھیرے) کی عمر کا بیان:

جذعہ کی عمر کا تعین کے بارے علماء کے مختلف اقوال ہیں:

① جمہور علماء کے نزدیک بھیڑ کا جذعہ وہ ہے جس کی عمر ایک سال مکمل ہو چکی ہو۔

② بھیڑ کے چھ یا سات سالہ بچے کو جذعہ کہا جاتا ہے۔

③ ایک قول کے مطابق بھیڑ کا آٹھ ماہ کا اور ایک دوسرے قول کے مطابق بھیڑ کا دس ماہ کا بچہ جذعہ ہے۔

[فتح الباری : ۸،۷/۱۰۔ شرح النووی : ۱۱۸/۱۳]

راجح قول:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَالْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ، مَالَهُ سَنَةٌ تَامَّةٌ هُوَ الْأَصَحُّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا، وَهُوَ الْأَشْهَرُ عِنْدَ أَهْلِ اللُّغَةِ وَ غَيْرِهِمْ »

"مکمل ایک سالہ بھیڑ کا بچہ جذعہ ہے اور ہمارے اصحاب (شافعیہ) کے نزدیک یہی قول راجح اور اہل لغت اور دیگر علماء (جمہور) کے نزدیک یہ قول زیادہ مشہور ہے۔"

[شرح النووی : ۱۱۸/۱۳]

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

« هُوَ وَصْفٌ لِسِنٍّ مُعَيَّنٍ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ، فَمِنَ الضَّأْنِ مَا أَكْمَلَ السَّنَةَ وَهُوَ قَوْلُ الْجُمْهُورِ »

"(جذعہ) کھیرا بھیمۃ الانعام (اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری) میں سے معین عمر کے جانور سے کا وصف اور بھیڑ کا جذعہ (کھیرا) وہ ہے جو مکمل ایک سالہ کا ہو چکا ہو۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے (پھر جذعہ کے بارے باقی اقوال صیغہ تمریض سے

بیان کر کے انھیں مرجوح قرار دیا ہے)۔"

[فتح الباری : ۷/۱۰]

③ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

" وَ مِنَ الضَّأْنِ مَالَهُ تَمَّت لَهُ سَنَةٌ "

" بھیڑ کا (کھیرا جذعہ) ہو ہے جو پورے ایک سال ہو چکا ہو۔"

[النهاية فی غریب الحدیث : ۱/۷۱۳]

بکری کے جذعہ (کھیرا) کی قربانی کا حکم:

بکری کے کھیرے کی قربانی کسی بھی صورت جائز نہیں۔ کیونکہ قربانی میں اونٹ، گائے، بکری کا دو دانتا ہونا شرط ہے۔

البتہ نبی ﷺ نے چند معین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بکری کے کھیرے کی قربانی کی رخصت دی تھی، یہ رخصت انہی صحابہ کرام کے لیے خاص تھی، باقی امت اس رخصت میں شامل نہیں اور نہ اس رخصت پر قیاس درست ہے دلائل حسب ذیل ہیں۔

① سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ضَحّٰى خَالٌ لِيْ يُقَالُ لَهُ : أَبُوْ بُرْدَةَ، قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ، فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنَّ عِنْدِيْ دَاجِنًا جَذَعَةً مِنَ الْمَعْزِ، قَالَ : اذْبَحْ وَلَا تَصْلُحُ لِغَيْرِكَ »

" میرے ماموں ابو بردہ نے نماز عید سے قبل قربانی کی تو رسول ﷺ نے انھیں کہا: تیری بکری گوشت کی بکری ہے (یعنی اس کے گوشت کا فائدہ ہے لیکن قربانی میں قبول نہیں) انھوں نے عرض کی : یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس بکری کا پالتو جذعہ (کھیرا) ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اسے ذبح کرو اور تیرے سوا کسی اور کے لیے (بکری کے کھیرے کی قربانی) درست نہیں۔"

[صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب قول النبی ﷺ لأبی بردة، ضح بالجذع

من، المعزولن تجزی عن أحد بعدك : ٥٥٥٦ـ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها : ١٩٦١ـ سنن أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب ما یجوز فی الضحایا من السن : ٢٨٠١]

۲ عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا، فَبَقِيَ عَتُودٌ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : ضَحِّ بِهِ أَنْتَ »

''بلاشبہ نبی ﷺ نے انھیں (عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو) کچھ بکریاں دیں کہ وہ انھیں آپ ﷺ کے اصحاب پر بطور قربانی تقسیم کریں، (پھر) بکری کا کھیرا باقی بچا اور انھوں نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کی قربانی کر لو۔''

[صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب أضحیة النبی ﷺ بکبشرین أقرنین : ٥٥٥٥ـ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب سن الأضحیة لأ : ١٩٦٥ـ جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ماجاء فی الجذع من الضأن فی الأضاحی: ١٥٠٠ـ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة : ٤٣٨٤ـ سنن ابن ماجه، کتاب الأضاحی، باب ما یجزئ من الأضاحی: ٣١٣٨]

۳ سنن بیہقی کی آئندہ روایت دلیل ہے کہ بکری کے جذعہ کی یہ رخصت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے لیے خاص تھی اور ان کے علاوہ کسی اور کو بکری کی جذعہ کی قربانی کی رخصت نہیں۔ چنانچہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَعْطَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَمًا أَقْسِمُهَا ضَحَايَا بَيْنَ أَصْحَابِي فَبَقِيَ عَتُودٌ مِنْهَا قَالَ : ضَحِّ بِهَا أَنْتَ وَلَا أُرَخِّصُهُ لِأَحَدٍ فِيهَا بَعْدُ »

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے کچھ بکریاں دیں کہ میں انھیں قربانی ... [illegible]

تقسیم کروں چنانچہ (تقسیم کے بعد) ان میں ایک بکری کا کھیرا باقی بچا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کی قربانی دو، لیکن میں کسی اور کو اس (بکری جذعہ) کی قربانی کی رخصت نہیں دیتا۔"

[سنن بيهقي : ٩/ ٢٧٠، إسناده صحيح]

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« إِنْ كَانَتْ هَذِهِ الزِيَادَةُ مَحْفُوظَةً كَانَ هٰذَا رُخْصَةً لِعُقْبَةَ كَمَا رُخِصَ لِأَبِي بُرْدَةَ »

"اگر یہ زائد الفاظ (کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بکری کے جذعہ کی خاص رخصت تھی) محفوظ ہوں تو یہ (بکری کے جذعہ کی) عقبہ رضی اللہ عنہ کو خاص رخصت جیسے جسے ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو (اس کی) خاص رخصت دی گئی تھی۔"

[سنن بيهقي : ٩/ ٢٧٠ إسناده صحيح]

چنانچہ مذکورہ حدیث کے کلمات محفوظ و ثابت ہیں، اس لیے بقول امام بیہقی رحمہ اللہ یہ رخصت ان دو صحابہ (عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور ابو بردہ) کے لیے ہی خاص تھی اور کسی عام امتی کو قربانی میں بکری کا جذعہ (کھیرا) ذبح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

فوائد:

① امام ترمذی رحمہ اللہ حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

« وَ قَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ : أَنْ لَا يُجْزِئَ الْجَذَعُ مِنَ الْمَعْزِ وَ قَالُوا : إِنَّمَا يُجْزِئُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ »

"اہل علم کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ (قربانی میں) بکری کا جذعہ (کھیرا) کفایت نہیں کرتا اور (قربانی میں دو دانتا میسر نہ آنے کی صورت میں فقط بھیڑ کا کھیرا ہی کفایت کرتا ہے۔"

[جامع ترمذی تحت حدیث : ١٥٠٨]

② امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«قَالَ الْبَیْهَقِیُّ وَ سَائِرُ أَصْحَابِنَا وَ غَیْرُهُمْ، کَانَتْ هٰذِهٖ رُخْصَةً لِعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ کَمَا کَانَ مِثْلُهَا رُخْصَةً لِأَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ نِیَارٍ»

”بیہقی، تمام شافعیہ اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ یہ (بکری کے جذعہ کی) رخصت عقبہ بن عامر اور ابو بردہ بن نیار کے لیے خاص تھی۔“

[شرح النووی : ۱۹۱۳]

③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وَ فِی الْحَدِیْثِ أَنَّ الْجَذَعَ مِنَ الْمَعْزِ لَا یُجْزِئُ وَهُوَ قَوْلُ الْجُمْهُوْرِ“

”حدیث براء میں بیان ہے کہ بکری کے جذعہ کی قربانی کافی نہیں اور جمہور علماء کا بھی یہی موقف ہے۔“

[فتح الباری : ۱۰/۲۰]

حاملہ جانور کی قربانی کا بیان:

حاملہ جانور کی قربانی جائز ہے اور اس کے پیٹ کا بچہ حلال ہے۔ اس کی دلیل آئندہ حدیث ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

«نَنْحَرُ النَّاقَةَ وَ نَذْبَحُ الْبَقَرَةَ وَالشَّاةَ فَنَجِدُ فِیْ بَطْنِهَا الْجَنِیْنَ، أَنُلْقِیْهِ، أَمْ نَأْکُلُهُ، قَالَ : کُلُوْهُ إِنْ شِئْتُمْ فَإِنَّ ذَکَاتَهُ ذَکَاةُ أُمِّهٖ»

”ہم اونٹنی نحر کرتے ہیں اور گائے اور بکری ذبح کرتے ہیں تو ہم اس کے پیٹ میں بچہ پاتے ہیں، کیا ہم اسے پھینک دیں یا کھالیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر چاہو تو کھالو، اس لیے کہ اس کا ذبح کرنا اس کی ماں کا ذبح کرنا ہے۔“

(یعنی اس کی ماں کو ذبح کرنے سے یہ بھی ذبح ہو چکا ہے)

[سنن أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب ما جاء فی ذکاۃ الجنین : ۲۸۲۷۔ حسن

لشواهده]

یہ روایت اگر چہ ضعیف ہے۔ کیونکہ مجالد بن سعید ضعیف روای ہے۔لیکن مسند احمد، ۳۹/۳، اور صحیح ابن حبان: ۵۸۸۹۔میں یہ روایت حسن لذاتہ سند سے مروی ہے۔لہٰذا یہ حدیث دلیل ہے کہ حاملہ جانور کو ذبح کرنا، اس کی قربانی کرنا جائز ہے اوار اس کے پیٹ کا بچہ کھانا حلال ہے۔

محمد بن ابراہیم آل الشیخ کا فتویٰ:

(سوال) کیا حاملہ بکری کی قربانی درست ہے؟

(جواب) حاملہ بکری کی قربانی جائز ہے، جیسے غیر حاملہ کی قربانی درست ہے۔ بشرطیکہ وہ عیوب سے پاک ہو، جن سے قربانی کے جانوروں کا پاک ہونا لازم ہے۔

[فتاوىٰ و رسائل محمد بن إبراهيم آل الشيخ : ١٢٧/٦]

فقہ الحدیث:

① حاملہ جانور کے پیٹ کا بچہ اگر حاملہ جانور کا ذبح کے بعد مردہ حالت میں پایا جائے تو بالاتفاق حلال ہے۔ لیکن اگر حاملہ جانور کے ذبح کے بعد زندہ ہو تو اسے ذبح کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ مستقل علیحدہ نفس ہے جسے کھانے کے لیے اس کو ذبح کرنا لازم ہے۔

شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

"فَإِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهِ"

"حاملہ کے پیٹ کے بچہ کا ذبح کرنا اس کی ماں کا ذبح کرنا ہے۔"

سے مراد یہ ہے کہ حاملہ جانور کے ذبح کرنا اس کے بچے کو ذبح کرنے سے کافی ہے۔ اگر حاملہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ کا بچہ مردہ حالت میں ملے تو وہ بالاتفاق حلال ہے۔ لیکن اگر وہ پیٹ سے مستقل زندہ حالت میں خارج ہو تو حاملہ جانور کے ذبح

کرنے سے وہ حلال نہیں ہو گا۔ نووی، شافعی، حسن بن زیاد، اور ابو حنیفہ کے صاحبین (ابو یوسف اور محمد) کا بھی یہی مذہب ہے امام مالک رحمہ اللہ بھی اسی موقف کے قائل ہیں۔ بشرطیکہ جنین کے جسم پر بال اُگ چکے ہیں۔

لیکن ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ حاملہ جانور کے پیٹ سے مردہ حالت میں خارج ہونے والا بچہ حرام ہے اور اس کی ماں کو ذبح کرنا اس کے حلال ہونے کے لیے ناکافی ہے۔

خطابی کہتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ مذبوحہ جانور کے پیٹ کے بچے کو کھانا جائز ہے بشرطیکہ اس کی ماں کو ذبح کیا گیا ہو، خواہ بچے کو دوبارہ نہ ہی ذبح کیا جائے۔

[عون المعبود : ٨/٣٤ تا ٣٥]

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"حاملہ جانور کو ذبح کرنا اس کے بچے کے حلال ہونے کے لیے کافی ہے۔ خواہ اس کے بال اُگے ہوں یا نہ، یعنی مذبوحہ جانور کا بچہ جب ماں کے پیٹ سے مردہ حالت میں خارج ہو یا مذبوحہ جانور کے پیٹ میں مردہ پایا جائے یا پیٹ سے خارج ہونے کے بعد مذبوحہ جانور کی مثل حرکت کرے تو وہ بچہ حلال ہے۔"

[المغنی مع الشرح الکبیر : ١١/٥٢]

③ اگر مذبوحہ جانور کے پیٹ کا بچہ زندہ نکلے جسے ذبح کرنا ممکن پھر اسے ذبح نہ کیا اور وہ ذبح کیے بغیر مر جائے وہ حلال نہیں ہے، احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" إِنْ خَرَجَ حَيًّا فَلَا بُدَّ مِنْ ذَكَاتِهِ لِأَنَّهُ نَفْسٌ أُخْرَى "

"اگر مذبوحہ جانور کے پیٹ کا بچہ زندہ نکلے تو اسے ذبح کرنا لازم ہے، اس لیے کہ وہ ایک اور جان ہے۔"

[المغنی مع الشرح الکبیر : ١١/٥٤]

خصی جانور کی قربانی بلا کراہت جائز ہے:

خصی جانور کی قربانی جائز ہے اور قربانی کے جانور کا خصی ہونا عیب نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ سے خصی جانور کی قربانی ثابت ہے اور اگر جانور کا خصی ہونا عیب ہوتا تو نبی ﷺ خصی جانور کا انتخاب ہرگز نہ کرتے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ذَبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجَئَيْنِ »

"رسول اللہ ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن سینگوں والے چتکبرے خصی دو مینڈھے ذبح کیے۔"

[سنن أبو داود، كتاب الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا : ٢٧٩٢۔ سنن ابن ماجه أبواب الأضاحى، باب أضاحى رسول الله ﷺ : ٣١٢١۔ مسند أحمد : ٣/ ٣٧٠۔ صحيح ابن خزيمه : ٢٨٩٩۔ إسناده حسن]

فقہ الحدیث:

« قَالَ الْخَطَّابِيُّ : وَ فِيْ هٰذَا دَلِيْلٌ عَلَى أَنَّ الْخَصِيَّ فِي الضَّحَايَا غَيْرُ مَكْرُوْهٍ وَ قَدْ كَرِهَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ لِنَقْصِ الْعُضْوِ وَ هٰذَا النَّقْصُ لَيْسَ بِعَيْبٍ لِأَنَّ الْخِصَاءَ يَزِيْدُ اللَّحْمَ طِيْبًا وَ يَنْفِيْ فِيْهِ الزُّهُوْمَةَ وَ سُوْءَ الرَّائِحَةِ »

"خطابی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کے جانوروں کا خصی ہونا مکروہ نہیں ہے۔ البتہ بعض اہل علم نے نقص عضو (عدم ذکوریت کی وجہ سے خصی جانور کی قربانی کو مکروہ خیال کیا ہے۔ لیکن جانور کا خصی ہونا قربانی میں عیب

نہیں کیونکہ خصی ہونے سے گوشت کی عمدگی میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے گوشت کا تعفن اور بدبو ختم ہو جاتی ہے۔"

[عون المعبود : ۱۲/۸، ۱۳۔ فتح الباری : ۱۴/۱۰]

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"خصی جانور کی قربانی جائز ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی ہے، اور جس جانور کے خصیتین کٹ گئے ہوں یا شل ہو گئے وہ بھی خصی جانور کے حکم میں ہے۔ نیز خصی جانور کی قربانی اس لیے بھی جائز ہے کہ خصی کرنے سے مکروہ عضو کے ضائع ہونے سے جانور کا گوشت عمدہ اور زیادہ ہوتا ہے اور ایسا جانور فربہ ہو جاتا ہے۔ حسن بصری، عطاء خراسانی، شعبی نخعی، مالک، شافعی، ابوثور اور اصحاب الرائے بھی اسی موقف کے قائل ہیں اور اس کے جواز پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

[المغنی لا بن قدامہ والشرح الکبیر : ۱۰۳/۱۱]

کیا خصی جانور کی قربانی مستحب ہے:

③ خصی جانور کی قربانی غیر خصی جانور سے افضل نہیں۔ بلکہ خصی اور غیر خصی دونوں قسم کے جانور کی قربانی جائز ہے۔ قاضی شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

حدیث الباب سے استدلال کیا گیا ہے کہ خصی جانور کی قربانی مستحب ہے۔ ھادویہ کا یہی مؤقف ہے، لیکن حدیث کے ظاہر مفہوم سے خصی جانور کی قربانی کی افضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ آپ ﷺ سے غیر خصی جانور کی قربانی بھی ثابت ہے، لہٰذا غیر خصی جانور کی قربانی کا برابر ثواب ہے۔

[نیل الأوطار : ۱۲۷/۵]

غیر خصی جانور کی قربانی:

خصی جانور کی طرح غیر خصی جانور مینڈھا (سانڈ) کی قربانی بھی مسنون ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

«ضَحَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ فَحِيلٍ يَأْكُلُ فِي سَوَادٍ، وَيَمْشِي فِي سَوَادٍ، وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ»

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگوں والا غیر خصی مینڈھا (سانڈ) قربانی کیا: جو سیاہی میں کھاتا (یعنی اس کا منہ سیاہ تھا) سیاہی میں چلتا (اس کی ٹانگیں سیاہ تھیں) اور سیاہی میں دیکھتا تھا (یعنی اس کی آنکھیں سیاہ تھیں)۔"

[سنن أبو داوٗد، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا : ٢٧٩٦۔ جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء ما یستحب من الأضاحی : ١٤٩٦۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة : ٤٣٩٥۔ سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحی، باب ما یستحب من الأضاحی : ٣١٢٨۔ مستدرك حاكم : ٢٢٨/٤۔ سنن بیهقی : ٢٧٣/٩ إسناده حسن ۔ جعفر بن محمد بن حسین المعروف جعفر صادق کے سوا اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور جعفر صادق صدوق راوی ہیں]

فقہ الحدیث:

شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے خصی جانور کی قربانی کی، اسی طرح غیر خصی جانور کی قربانی بھی کی ہے (لہٰذا خصی و غیر خصی جانور کی قربانی مسنون ہے)۔

[نیل الأوطار : ١٢٦/٥]

قربانی کے جانور کو موٹا تازہ کرنا اور ان کی خوب نشوونما کرنا افضل عمل ہے:

قربانی کے جانوروں کی اچھے طریقے سے پرورش کرنا اور انھیں خوب کھلا پلا کر موٹا تازہ کرنا مستحب فعل اور افضل عمل ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

① ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كُنَّا نُسَمِّنُ الْأُضْحِيَةَ بِالْمَدِينَةِ وَ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يُسَمِّنُوْنَ »

''ہم مدینہ میں اپنی قربانی کو موٹ تازہ کیا کرتے تھے اور تمام مسلمان بھی (اپنی قربانیوں کو) خوب موٹا کیا کرتے تھے۔''

[صحيح بخاری، كتاب الأضاحی، باب أضحية النبی ﷺ بكبشين أقرنين فی ترجمة الباب]

صحیح بخاری میں یہ روایت معلق (بے سند کے) مروی ہے لیکن متخرج ابی نعیم میں متصل صحیح سند سے مروی ہے کہ یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يَشْتَرِي أَحَدُهُمُ الْأُضْحِيَةَ فَيُسَمِّنُهَا، وَ يَذْبَحُهَا فِي آخِرِ ذِي الْحَجَّةِ »

''مسلمان اپنی قربانیاں خرید کر انھیں خوب موٹا کرتے اور ذوالحجہ کے آخر میں انھیں ذبح کرتے تھے۔'' (اسنادہ صحیحہ)

[فتح الباری : ۱۴/۱۰]

فقہ الحدیث:

① قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کے جانور کو خوب موٹا تازہ کرنا مستحب عمل ہے، کیونکہ نبی ﷺ صحابہ کرام کے اس عمل پر مطلع تھے۔

[نيل الأوطار : ۱۲۶/۵]

② امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

« وَ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى اسْتِحْبَابِ سَمِينِهَا وَ طَيِّبِهَا، وَاخْتَلَفُوا فِي تَسْمِينِهَا فَمَذْهَبُنَا وَ مَذْهَبُ الْجُمْهُوْرِ اسْتِحْبَابُهُ »

''علماء کا موٹی اور عمدہ تر قربانی کرنے کے استحباب پر اجماع ہے۔ پھر علماء کا

قربانیوں کو موٹا کرنے کے مسئلہ پر اختلاف ہے اور ہمارا (شافعیہ) اور جمہور علماء کا مذہب ہے کہ قربانیوں کو موٹا کرنا افضل ہے (اور یہی مذہب راجح ہے)۔"

[شرح النووی : ۱۱۸/۱۳]

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ:

« وَ يُسَنُّ اسْتِسْمَانُ الْأُضْحِيَةِ واسْتِحْسَانُهَا يقُولِ اللّٰهِ تعَالَى : ذٰلِكَ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : تَعْظِيْمُهَا اسْتِمْسَانُهَا وَ اسْتِعْظَامُهَا وَ اسْتِحْسَانُهَا وَلِأَنَّ ذٰلِكَ أَعْظَمُ لِأَجْرِهَا وَ أَكْثَرُ لِنَفْعِهَا »

"قربانی کے جانور کو فربہ کرنا اور خوبصورت بنانا مسنون فعل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (یہ اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے) [الحج : ۳۲] ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ (شعائر اللہ کی تعظیم) سے مراد قربانی کے جانور کو موٹا اور بڑا کرنا اور انھیں خوبصورت بنانا ہے۔ نیز قربانی کے جانور کو موٹا تازہ کرنا اس لیے بھی افضل ہے کہ موٹے جانوروں کی قربانی کا اجر وثواب اور نفع زیادہ ہے۔"

[المغنی لابن قدامہ والشراح الکبیر : ۹۹/۱۱]

قربانی کے جانوروں کو فربہ کرنے کی فضیلت کے متعلق ضعیف روایات:

قربانی کے جانوروں کو موٹا تازہ کرنے کی فضیلت کے متعلق درجہ ذیل روایات ضعیف ہیں۔ لہٰذا خطباء واعظین کو ایسی ضعیف روایات بیان کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ ضعیف وکمزور روایات سے کوئی شرعی استحباب ثابت نہیں ہوتا، بلکہ ضعیف اور موضوع روایات بیان کرنے کے بارے سخت وعید وارد ہوتی ہے، لہٰذا وعظ وارشاد میں صحیح وحسن روایات پیش کرنی چاہیں صحیح وحسن روایات ہی ثبوت دین کا منبع ہیں۔

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ:

« اِسْتَفْرِهُوا ضَحَايَاكُمْ فَإِنَّهَا مَطَايَاكُمْ عَلَى الصِّرَاطِ »

''اپنی قربانیوں کو خوب فربہ کرو، اس لیے کہ یہ پل صراط پر تمھاری سواریاں ہوں گی۔''

[مسند الفردوس : تلخيص الجير : ١٣٨/٤۔ السلسلة الضعيفة : ١٢٥٥۔ إسناده ضعيف جدًا (اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن وہب متروک راوی ہے، حتیٰ کہ امام حاکم نے اسے وضاع (حدیثیں گھڑنے والا) قرار دیا ہے (تقريب التهذيب : ٥٩٤) اور اس کا والد عبید اللہ بن عبد اللہ بن وہب مجہول راوی ہے]

② حدیث ہے کہ « عَظِّمُوا ضَحَايَاكُمْ، فَإِنَّهَا عَلَى الصِّرَاطِ مَطَايَاكُمْ »

''اپنی قربانیوں کو خوب موٹا تازہ کرو، کیونکہ یہ پل صراط پر تمھاری سواریاں ہوں گی۔''

[كشف الخفاء : ٧٥/٢۔ تلخيص الجير : ١٣٨/٤۔ الضعيفة : ٧٤۔ إسناده ضعيف جدًا۔ ابن صلاح کہتے ہیں، یہ حدیث محدثین کے ہاں غیر معروف ہے اور ہمارے علم کے مطابق یہ ثابت نہیں ہے۔ تلخيص الجير : ١٣٨/٤۔ كشف الخفاء : ٧٥/٢]

② علامہ البانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''ان الفاظ سے مروی یہ روایت بالکل بے سند ہے۔'' [الضعيفة : ١٧٣/١]

③ حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں:

« أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعِيدَيْنِ أَنْ نَلْبَسَ أَجْوَدَ مَا نَجِدُ، وَأَنْ نَتَطَيَّبَ مَا نَجِدُ، وَأَنْ نُضَحِّيَ بِأَسْمَنَ مَا نَجِدُ »

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عیدین میں جو لباس میسر ہو، اس میں سے عمدہ ترین لباس پہنیں، جو خوشبو دستیاب ہو، اس میں سے بہترین خوشبو استعمال کریں، اور حتیٰ الوسع فربہ ترین جانور کی قربانی کریں۔''

[illegible] : ٣٣ - طبرانی کبیر : ٢٦٩٠ - إسناده ضعيف اسحاق

بن بزرج ضعیف راوی ھے]

④ رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ أَفْضَلَ الضَّحَايَا أَغْلَاهَا وَ أَسْمَنُهَا »

''بلاشبہ مہنگے ترین اور زیادہ موٹے جانوروں کی قربانی افضل ہے۔''

[مستدرك حاكم : ٢٣١/٤۔ مسند أحمد : ٤٢٤/٣۔ سنن بيهقى : ٢٦٨/٩۔ إسناده ضعيف۔ اس حدیث کی سند میں عثمان بن زفر جہنی اور حارث بن رافع بن مکیث مجہول راوی ہیں]

خلاصۃ التحقیق:

یہاں یہ روایت بیان کرنے کا یہ مقصود نہیں کہ قربانی میں موٹے اور فربہ جانور ذبح کرنا افضل نہیں، بلاشبہ قربانی میں خوب موٹے تازے جانور ذبح کرنا افضل عمل ہے۔لیکن ان ضعیف روایات کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس فضیلت کو ثابت کرنے کے لیے ضعیف روایات کا سہارا نہ لیا جائے، بلکہ صحیح اور حسن احادیث سے جس مسئلہ کی جتنی اور جیسی فضیلت ثابت ہو وہی فضیلت بیان کی جائے، کیونکہ کسی بھی مسئلہ کے فضیلت کے ثبوت کے لیے قرآن حکیم اور صحیح و حسن احادیث ہی معیار ہیں۔

کس جانور کی قربانی افضل ہے؟

اگر انسان انفرادی طور پر اونٹ ذبح کرے تو اونٹ کی قربانی افضل ہے، پھر انفرادی طور پر گائے ذبح کرنا افضل اس کے بعد پھر بھیڑ اور پھر بکری کی قربانی افضل ہے، اس کی دلیل آئندہ حدیث ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَ مَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَ مَنْ رَاحَ فِي

السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ »

”جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کیا پھر صبح سویرے (مسجد کا) رخ کیا تو گویا اس نے اونٹ کی قربانی کی، اور جو شخص دوسری گھڑی میں مسجد کی طرف جائے، گویا اس نے گائے ذبح کی، اور جو شخص تیسری ساعت میں مسجد کی طرف جائے، گویا اس نے سینگوں والا مینڈھا ذبح کیا۔“

[صحيح بخاری، كتاب الجمعة، باب فضل الجمعة : ۸۸۱۔ صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب الطيب والسواك يوم الجمعة : ۸۵۰۔ سنن أبو داوٗد، كتاب الطهارة، باب فی الغسل للجمعة : ۳۵۱۔ جامع ترمذی، أبواب الجمعة، باب ما جاء فی التكبير إلى الجمعة : ۴۹۹۔ سنن نسائی، كتاب الجمعة، باب وقت الجمعة : ۱۳۸۹]

فوائد:

۱۔ قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

” وَ ذَهَبَ الْجُمْهُورُ إِلَى أَنَّ أَفْضَلَ الْأَنْوَاعِ لِلْمُنْفَرِدِ الْبَدَنَةُ، ثُمَّ الْبَقَرَةُ، ثُمَّ الضَّأْنُ، ثُمَّ الْمَعْزُ، وَاحْتَجُّوا بِأَنَّ الْبَدَنَةَ تُجْزِئُ عَنْ سَبْعَةٍ أَوْ عَشَرَةٍ عَلَى الْخِلَافِ، وَالْبَقَرَةَ تُجْزِئُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَ أَمَّا الشَّاةُ فَلَا تُجْزِئُ عَنْ وَاحِدٍ بِالْإِتِّفَاقِ وَمَا كَانَ يُجْزِئُ عَنِ الْجَمَاعَةِ إِذَا ضَحَّى بِهِ الْوَاحِدُ كَانَ أَفْضَلَ مَا يُجْزِئُ عَنِ الْوَاحِدِ فَقَطْ “

”جمہور علماء کا مذہب ہے کہ قربانی کی افضل قسم انفرادی طور پر اونٹ کی قربانی دینا ہے، پھر گائے، پھر بھیڑ پھر بکری کی قربانی افضل ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اونٹ علی الاختلاف سات یا دس افراد کو کافی ہے، گائے سات افراد کو قربانی میں کفایت کرتی ہے اور بھیڑ اور بکری بالاتفاق ایک فرد ہی کو کافی ہے، سو قربانی کا جو

جانور ایک جماعت کو کافی ہے۔"

جب اکیلا شخص اس کی قربانی دے گا تو وہ اس جانور سے افضل ہوگی، جو صرف ایک فرد سے کفایت کرتا ہے۔

[نیل الأوطار : ۱۲۱/۵]

② امام نووی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

" وَ مَذْهَبُنَا وَ مَذْهَبُ الْجُمْهُوْرِ، أَنَّ أَفْضَلَ الْأَنْوَاعِ الْبُدْنَةُ ثُمَّ الْبَقَرَةُ، ثُمَّ الضَّأْنُ ثُمَّ الْمَعْزُ"

ہمارا (شافعیہ) اور جمہور علماء کا مذہب ہے کہ قربانی کی افضل قسم اونٹ، پھر گائے، ازاں بعد بھیڑ پھر بکری ہے۔"

[شرح النوری : ۱۱۸/۱۳]

③ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں:

" وَ أَفْضَلُ الْأَضَاحِيِّ الْبُدْنَةُ، ثُمَّ الْبَقَرَةُ، ثُمَّ الشَّاةُ، ثُمَّ شِرْكٌ فِيْ الْبَقَرَةِ وَ بِهٰذَا قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ وَ الشَّافِعِيُّ"

افضل قربانی اونٹ پھر گائے، پھر بھیڑ بکری کی ہے، پھر گائے میں شراکت افضل ہے، اور ابو حنیفہ اور شافعی کا بھی یہی مؤقف ہے۔ نیز قربانی کے جانوروں سے اونٹ کی قربانی اس لیے افضل ہے کہ ھدی (حج کی قربانی کی طرح) اس ذبیحہ سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے، نیز یہ باقی جانوروں سے زیادہ قیمتی، اس کا گوشت باقی جانوروں سے زیادہ مفید ہوتا ہے۔"

[المغنی لا بن قدامہ والشرح الکبیر : ۹۹/۱۱]

قربانی کے جانوروں کی فضیلت کے بارے ضعیف روایات:

امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بھیڑ کے جذعے (کھیرے) کی قربانی (اونٹ، گائے اور

بکری سے)افضل ہے، پھر گائے بعد ازاں اونٹ کی قربانی افضل ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے قربانی میں دو مینڈھے ذبح کیے اور آپ ﷺ ہمیشہ افضل عمل ہی سرانجام دیتے تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی اور جانور کی قربانی مینڈھے سے افضل ہوئی تو اللہ تعالیٰ اسحاق علیہ السلام (راجح اسماعیل علیہ السلام ہیں) کے فدیہ مینڈھے کی بجائے کوئی اور جانور عطا کرے۔

[المغنی لا بن قدامه والشرح الكبير : ٩٩/١١]

امام مالک رحمہ اللہ کا یہ استدلال کئی اعتبار سے باطل ہے۔

① نبی ﷺ کئی افضل اعمال محض اس لیے ترک کر دیتے تھے کہ وہ اعمال امت کے لیے مشقت کا باعث نہ بنیں، پھر حج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے سو اونٹ کی قربانی بھی تو ثابت ہے۔

② گذشتہ روایت بھی نبی ﷺ سے قولاً ثابت ہے کہ اونٹ کی قربانی باقی جانوروں سے افضل ہے۔ پھر جن روایات سے مینڈھے کے افضل ہونے کی دلیل لی جاتی ہے، وہ روایات ضعیف ہیں، ان روایات کی مفصل وضاحت صفحہ ۷۰، ۷۱ میں اس عنوان ''دو دانتا جانور کے با آسانی میسر آنے کی صورت میں بھیڑ کا کھیرا جائز نہیں۔'' کے تحت بیان ہوتی ہیں، مزید دلیل آئندہ روایات ہیں۔

① عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« خَيْرُ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ، وَ خَيْرُ الْأُضْحِيَةِ الْكَبْشُ الْأَقْرَنُ »

''بہترین کفن حُلَّہ (تین کپڑوں کا مجموعہ) اور بہترین قربانی سینگوں والا مینڈھا ہے۔''

[سنن أبو داوٗد، كتاب الجنائز، باب كراهية المغالاه فی الكفن : ٣١٥٦۔ مستدرك حاكم : ٣٢٨/٤ : ٧٦٢٥۔ سنن بيهقى : ٤٠٣/٣ إسناده ضعيف۔ حاتم بن ابی نصر اور نسی الكندی مجهول راوی هيں]

② ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بہترین قربانی مینڈھا اور بہترین کفن حلہ (تین کپڑوں پر مشتمل) ہے۔''

[جامع ترمذی، کتاب الأضاحی، باب خیر الأضحیة الکبش : ١٥١٧۔ سنن ابن ماجه، کتاب الأضاحی، باب ما یستحب من الأضاحی : ٣١٣٠۔ سنن بیهقی : ٢٧٣/٩۔ طبرانی کبیر : ٧٥٨١۔ إسناده ضعیف۔ ابو عائذ عفیر بن معدان ضعیف راوی هے]

رسول اللہ ﷺ کس رنگ کا جانور قربانی کرتے تھے:

رسول اللہ ﷺ چتکبرے رنگ کا یا ایسا مینڈھا ذبح کرتے: جس کی ٹانگیں پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوتی تھیں، لہٰذا ان اوصاف سے متصف مینڈھوں کی قربانی کرنا مستحب فعل ہے، دلائل حسب ذیل ہیں۔

① سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ، وَ سَمَّى وَ كَبَّرَ، وَ وَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا »

''نبی ﷺ نے سینگوں والے دو چتکبرے مینڈھے قربانی کیے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور (ذبح کرتے وقت) بسم اللہ واللہ اکبر کہا اور ان دونوں کے پہلوؤں پر اپنا پاؤں رکھا۔''

[صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب التکبیر عند الذبح : ٥٥٦٥۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة : ١٩٦٦۔ جامع ترمذی، أبواب الأضاحي، باب ما جاء فی الأضحیة بکبشین : ١٤٩٤۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة : ١٤٩٢]

فقہ الحدیث:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« فَفِيهِ اسْتِحْبَابُ اسْتِحْسَانِ لَوْنِ الْأُضْحِيَةِ، وَ قَدْ أَجْمَعُوا عَلَيْهِ »

''یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کے لیے خوبصورت جانور کا انتخاب مستحب ہے اور اس پر علماء کا اجماع ثابت ہے۔''

[شرح النووی : ۱۲۰/۱۳]

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حدیث الباب سے استدلال کیا گیا ہے کہ رنگ و وصف کے لحاظ سے زیادہ خوبصورت جانور کی قربانی مشروع ہے۔

[فتح الباری : ۱۵/۱۰]

③ قاضی شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

« وَاسْتُدِلَّ بِأَحَادِيْثِ الْبَابِ عَلَى اسْتِحْبَابِ التَّضْحِيَةِ بِالْأَقْرَنِ الْأَمْلَحِ »

''(احادیث الباب) سے استدلال کیا گیا ہے کہ سینگوں والے چتکبرے جانور کی قربانی افضل ہے۔'' [نیل الأوطار : ۱۱۷/۵]

② ایسا جانور جس کی ٹانگیں، پیٹ اور آنکھوں کے ارد گرد کا حصہ سیاہ ہو، کی قربانی بھی مستحب ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں:

« أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ، يَطَأُ فِي سَوَادٍ وَ يَبْرُكُ فِي سَوَادٍ، وَ يَنْظُرُ فِي سَوَادٍ فَأُتِيَ بِهِ لِيُضَحِّيَ بِهِ »

''بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگوں والے مینڈھے کا حکم دیا، جو سیاہی میں چلتا (یعنی ٹانگیں سیاہ تھیں) سیاہی میں بیٹھتا (یعنی پیٹ سیاہ تھا) اور سیاہی میں دیکھتا (یعنی آنکھوں کے قریب کا حصہ سیاہ تھا) پھر اسے ذبح کرنے کے لیے لایا گیا۔''

[صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة : ۱۹۶۷۔ سنن أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا : ۲۷۹۲۔ مسند أحمد : ۷۸/۶۔ صحیح ابن حبان : ۵۹۱۵]

معنی الحدیث:

① امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

« يَطَأُ فِي سَوَادٍ، وَ يَبْرُكُ فِي سَوَادٍ، وَ يَنْظُرُ فِي سَوَادٍ، فَمَعْنَاهُ : أَنَّ قَوَائِمَهُ وَ بَطْنَهُ وَمَا حَوْلَ عَيْنَيْهِ أَسْوَاد »

''وہ مینڈھا سیاہی میں چلتا، سیاہی میں بیٹھتا اور سیاہی میں دیکھتا سے مراد یہ ہے کہ اس کی ٹانگیں، اس کا پیٹ اور آنکھوں کے اردگرد کا حصہ سیاہ تھا۔''

[شرح النووی : ١٣/ ١٢٠]

فقہ الحدیث:

② شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

'' وَ فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهَا تُسْتَحَبُّ التَّضْحِيَةُ بِمَا كَانَ عَلَى هَذِهِ الصِّفَةِ ''

''حدیث الباب دلیل ہے کہ مذکورہ اوصاف کے جانور کی (جس کی ٹانگیں پیٹ اور آنکھوں کے حصے سیاہ ہوں کی قربانی مستحب عمل ہے۔''

[نیل الأوطار : ٥/ ١٢٦]

کیا سفید رنگ کی بکری کی قربانی افضل ہے؟

سفید رنگ کی بکری کی قربانی سیاہ رنگ کی بکری سے افضل نہیں بلکہ اس بارے مروی روایات ضعیف ہیں۔

ا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:

« دَمُ عَفْرَاءَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ دَمِ سَوْدَاوَيْنِ »

''مجھے (قربانی میں) سفید بکری کا خون دو سیاہ بکریوں سے زیادہ پسند ہے''

[مسند أحمد : ٢/ ٤١٧۔ مستدرك حاكم : ٤/ ٢٢٧۔ سنن بيهقى : ٩/ ٢٧٣۔ إسناده ضعيف۔ ثمامہ بن وائل بن حصین ابو ثفال اور رباح بن عبدالرحمان بن ابی سفیان

بن حویطب مجہول راوی ہیں]

۲۔ کبیرہ بنت سفیان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ارشاد کیا:

« دَمُ عَفْرَاءَ أَزْكَى عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ دَمِ سَوْدَاءَ »

''اللہ کے ہاں سفید بکری کا خون سیاہ بکری سے زیادہ پاک ہے۔''

[طبرانی کبیر: ۲۰۵۳۲۔ إسناده ضعيف۔ محمد بن سلیمان بن مسمول مکی ضعیف راوی ہے]

۳۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِسْتَوْصُوْا بِالْمِعْزَى خَيْرًا، فَإِنَّهَا مَالٌ رَقِيْقٌ، وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ، وَ أَحَبُّ الْمَالِ إِلَى اللّٰهِ الضَّأْنُ، وَ عَلَيْكُمْ بِالْبَيَاضِ، فَإِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ بَيْضَاءَ، فَلْيَلْبَسْهُ أَحْيَاؤُكُمْ وَ كَفِّنُوْا فِيْهِ مَوْتَاكُمْ، وَ إِنَّ دَمَ الشَّاةِ الْبَيْضَاءِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ دَمِ السَّوْدَاوَيْنِ »

''تم بکریوں سے اچھا سلوک کرو، کیونکہ یہ نرم و نازک مال ہے اور یہ جنت میں بھی ہوں گی، نیز اللہ تعالیٰ کو محبوب ترین مال بھیڑ ہے اور تم سفید لباس کا التزام کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو سفید بنایا ہے سو تمھارے زندہ لوگ سفید لباس زیب تن کریں اور تم اپنے مردوں کو اس میں کفن دو نیز سفید بکری کا (اجر و ثواب) دو سیاہ بکریوں سے زیادہ عظیم ہے۔''

[طبرانی کبیر : ۱۱۰۳۸۔ الضعيفه: ۴۳۹۔ موضوع،حمزه بن أبی حمزه جعفی نصیبی متروك اور متهم بالوضع هے]

سینگوں والے جانور کی قربانی:

سینگوں والے جانور کی قربانی بغیر سینگوں والے جانور سے افضل ہے، دلائل درج ذیل ہیں:

① سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، وَ يَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى صَفْحَتِهِمَا وَ يَذْبَحُهُمَا بِيَدِهِ »

"بالیقین نبی ﷺ سینگوں والے دو چتکبرے مینڈھے قربانی کرتے اور (ذبح کرتے وقت) اپنا پاؤں کے پہلوؤں پر رکھتے اور انھیں اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے تھے۔"

[صحيح بخاری، كتاب الأضاحی، باب وضع القدم على صفة الذبيحة : ٥٥٦٤ - سنن نسائی، كتاب الضحايا، باب تسمية الله عز وجل على أضحية : ٤٤٢١ - سنن ابن ماجه ابواب الأضحی، باب أضاحی رسول الله ﷺ: ٣١٢٨]

② سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں:

« ضَحَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ فَحِيلٍ »

"رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والا خصی مینڈھا قربانی کیا۔"

[سنن أبو داؤد، كتاب الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا : ٢٧٩٢ - جامع ترمذی، أبواب الأضحی، باب ماجاء يستحب من الأضاحی: ١٤٩٦ - سنن نسائی، كتاب الضحايا، المسنة والجذعه : ٤٣٩٥ - سنن ابن ماجه، باب ما يستحب من الأضاحی: ٣١٢٨، اسناده حسن]

فوائد:

۱۔ علماء بیان کرتے ہیں کہ سینگوں والے جانور کی قربانی مستحب ہے اور ایک انسان متعدد جانور قربانی کر سکتا ہے نیز علماء کا اس بات مسئلہ پر اجماع ہے کہ ایسا جانور جس کے سینگ نہ ہوں، کی قربانی جائز ہے۔[شرح النووی : ١٢/١٣]

۲۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"سینگوں والے جانور کی قربانی مستحب اور بغیر سینگوں والے جانور کی قربانی سے افضل ہے البتہ بغیر سینگوں والے جانور کی قربانی بالاتفاق جائز ہے۔"

[فتح الباری: ١٠/١٥]

جن جانوروں کی قربانی جائز نہیں:

قربانی کے جانوروں کا مندرجہ ذیل عیوب سے پاک ہونا لازم ہے اور ان عیوب میں سے کسی عیب میں مبتلا جانور کی قربانی جائز نہیں۔

① ایسا کانا جانور جس کا کانا پن ظاہر ہو۔

② بیمار جس کا مرض واضح ہو۔

③ لنگڑا جس کا لنگڑا پن عیاں ہو۔

④ ایسا لاغر جانور جس کی ہڈیوں کا گودا ختم ہو چکا ہو۔

عبید بن فیروز رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں میں نے براء بن عازب سے پوچھا کہ کن جانوروں کی قربانی ناجائز ہے، اس پر انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں (خطبہ کے لیے) کھڑے ہوئے حالانکہ میری انگلیاں آپ ﷺ کی انگلیوں سے اور میری انگلیوں کے پورے آپ ﷺ کی انگلیوں کے پوروں سے چھوٹے ہیں (آپ ﷺ نے انگلیوں سے اشارہ کر کے) بتایا:

«أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ، الْعَوْرَاءُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا، وَالْمَرِيضَةُ بَيِّنٌ مَرَضُهَا، وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا، وَالْكَسِيرُ الَّتِي لَا تُنْقِي»

”چار قسم کے جانوروں کی قربانی ناجائز ہے ① کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو۔ ② بیمار جس کی بیماری واضح ہو۔ ③ لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور انتہائی کمزور لاغر جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔“

[سنن أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب مایکره من الضحایا : ۲۸۰۲۔ جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما لایجوز من الأضاحی : ۱۴۹۷۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب مانهی عنه من الاضاحی: ۴۳۷۴، سنن ابن ماجه، ابواب الأضاحی، باب مایکره ان یضحی به : ۳۱۴۴، مسند احمد، ۴/ ۲۸۹، صحیح ابن خزیمه: ۲۹۱۲، صحیح ابن حبان: ۵۹۱۹، إسناده صحیح]

فقہ الحدیث:

ا۔ امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ الْعُيُوبَ الْمَذْكُورَةَ فِي حَدِيثِ الْبَرَاءِ وَهُوَ الْمَرَضُ وَالْعَجَفُ، وَالْعَوَرُ، وَالْعَرَجُ الْبَيِّنُ لَا تُجْزِئُ التَّضْحِيَةُ بِهَا، وَ كَذَا مَا كَانَ فِي مَعْنَاهُ أَوْ أَقْبَحَ كَالْعَمَى وَ قَطْعِ الرِّجْلِ وَ شِبْهِهِ »

"علماء کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ مذکورہ عیوب یعنی واضح بیماری، انتہائی لاغر پن ظاہر کانا پن اور ظاہر لنگڑا پن میں مبتلا جانوروں کی قربانی درست نہیں، اسی طرح مذکورہ عیوب اور ان سے قبیح ترین عیوب میں مبتلا مثلاً اندھے اور ٹانگ کٹے جانور وغیرہ کی قربانی بھی ناجائز ہے"

[شرح النووی: ١٢/١٣۔ سبل السلام: ٤/ ١٣٥٦]

معمولی عیوب درخواعتناء نہیں:

قربانی کے جانوروں میں مذکورہ عیوب سے کم تر عیوب صحت قربانی میں قادح نہیں اور معمولی اور غیر ظاہر عیوب میں مبتلا جانوروں کی قربانی جائز ہے۔

امیر صنعانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

« وَالْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ هَذِهِ الْعُيُوبَ مَانِعَةٌ مِنْ صِحَّةِ التَّضْحِيَةِ، وَ سُكِتَ عَنْ غَيْرِهَا مِنَ الْعُيُوبِ، فَذَهَبَ أَهْلُ الظَّاهِرِ إِلَى أَنَّهُ لَا عَيْبَ غَيْرُ هَذِهِ الْأَرْبَعَةِ وَ ذَهَبَ الْجُمْهُورُ إِلَى أَنَّهُ يُقَاسُ عَلَيْهَا غَيْرُهَا مِمَّا كَانَ أَشَدَّ مِنْهَا أَوْ مُسَاوِيًا لَهَا كَالْعَمْيَاءِ وَ مَقْطُوعَةِ السَّاقِ »

"یہ حدیث دلیل ہے کہ مذکورہ عیوب قربانی سے مانع ہیں اور ان عیوب کے علاوہ دیگر عیوب سے سکوت اختیار کیا گیا، چنانچہ اہل ظاہر کا مذہب ہے کہ ان چار

عیوب کے سوا کوئی بھی عیب قربانی کے جواز سے مانع نہیں لیکن جمہور علماء کا مذہب ہے کہ مذکور عیوب سے شدید تر عیوب اور ان جیسے دیگر عیوب مثلاً قربانی کے جانور کا اندھا ہونا اور ٹانگ کا کٹا ہونا جیسے عیوب وغیرہ کا بھی مذکورہ عیوب پر قیاس کیا جائے گا۔"

[سبل السلام : ١٣٥٦/٤]

خطابی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« فِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْعَيْبَ الْخَفِيفَ فِي الضَّحَايَا مَعْفُوٌّ عَنْهُ أَلَا تَرَاهُ يَقُولُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا بَيِّنٌ مَرَضُهَا، بَيِّنٌ ظَلْعُهَا، فَالْقَلِيلُ مِنْهُ غَيْرُ بَيِّنٍ، فَكَانَ مَعْفُوًّا عَنْهُ »

"حدیث الباب دلیل ہے کہ قربانی کے جانوروں میں معمولی عیب معاف ہے اور تم دیکھتے نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (قربانی کے عیوب کے متعلق) ارشاد کیا کہ اس کا کانا پن ظاہر اس کی بیماری واضح ہو اس کا لنگڑا پن عیاں ہو، سو (مذکورہ عیوب سے) کم تر عیوب غیر واضح ہیں اور ان کی معافی ہے"

[عون المعبود: ١٨/٨]

قربانی کے جانور کے کانوں کا کٹن، پھٹن اور سوراخ وغیرہ سے پاک ہونا شرط ہے:

قربانی کے جانور کی آنکھوں اور کانوں کا جملہ عیوب سے پاک ہونا صحت قربانی کی شرط ہے، علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

« أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ »

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی کے جانور کی) آنکھ اور کان

خوب اچھی طرح دیکھ لیں۔"

[سنن نسائی، کتاب الضحایا، الشرقاء، وھی مشقوقةالاذن: ٤٣٨١۔ مصنف عبدالرزاق : ١٣٤٣٧۔ سنن دارمی: ١٩٥١۔ صحیح ابن خزیمه: ٢٩١٤۔ مسند احمد: ١/١٠٥۔ إسناده حسنٌ۔ (حجیة بن عدی حسن درجے کا راوی ہے)]

۲۔ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں:

« أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ وَلَا نُضَحِّي بِعَوْرَاءَ وَلَا مُقَابَلَةٍ وَلَا مُدَابَرَةٍ وَلَا خَرْقَاءَ وَلَا شَرْقَاءَ »

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی کے جانور کے) آنکھ اور کان اچھی طرح دیکھیں اور ہم کانا، ایسا جانور سے جس کے کان آگے سے کٹ کر لٹکے ہوں، ایسا جانور جس کے کان پیچھے سے کٹ کر لٹکے ہوں، ایسا جانور جس کے کان طول وعرج میں پھٹے ہوں اور ایسا جانور جس کے کان میں گول سوراخ ہو قربانی نہ کریں"

[سنن أبو داود، کتاب الضحایا، باب مایکره من الضحایا : ٢٨٠٤۔ جامع ترمذی ، ابواب الأضاحی، باب مایکره من الأضاحی: ١٤٩٨، سنن نسائی، کتاب الضحایا، المدابره وھی ماقطع من مؤخر اذنها: ٤٣٧٨، مسند احمد: ١/١٠٨، مستدرك حاکم ٤/٢٢٤۔ إسناده حسنٌ]

فائدہ:

مذکورہ کتب میں ابو اسحاق سبیعی کا عنعنہ ہے۔ ابو اسحاق سبیعی مدلس راوی ہیں۔ مدلس راوی کا عنعنہ ضعف حدیث کی علامت ہے، لیکن مستدرک حاکم، ۴/۲۲۴ میں ہے قیس بن ربیع بیان کرتے ہیں:

« قُلْتُ لِأَبِي إِسْحَاقَ : سَمِعْتَهُ مِنْ شُرَيْحٍ، قَالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ أَشْوَعَ عَنْهُ »

''میں نے ابو اسحاق سبیعی سے پوچھا تو نے یہ حدیث شریح بن نعمان سے سنی ہے:
انھوں نے بیان کیا، مجھے یہ حدیث ابن اشوع نے شریح سے بیان کی ہے۔
ابن اشوع کا نام سعید بن عمرو بن اشوع ہمدانی ہے، لہٰذا اس توضیح سے ابو اسحاق
سبیعی کی تدلیس کا ازالہ ہو گیا ہے۔'' شریح بن نعمان صدوق راوی ہے۔

فوائد:

① قربانی کے جانور کی آنکھیں کانا پن اندھا پن سے سلامت ہوں اور قربانی کے جانور کے انتخاب کے لیے آنکھ کے امراض کی خوب تحقیق کرنی چاہیے اور صحت قربانی کے لیے جانور کا کانا پن اور اندھا پن سے سالم ہونا لازم ہے۔

② قربانی کے جانور کے کان کٹے ہوئے اور پھٹے ہوئے نہیں ہونے چاہییں اور نہ کانوں میں سوراخ ہوں چنانچہ جس جانور کے کان کٹے ہوں، پھٹے ہوں یا ان میں سوراخ ہوں ایسے جانور کی قربانی درست نہیں، البتہ ایسا جانور جس کے کانوں پر رگڑ یا ایسا زخم ہے جس سے کان چرا، کٹا یا پھٹا نہیں اور نہ ہی اس سے کان میں سوراخ ہوا ہے، ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

جس جانور کا نصف یا نصف سے زائد سینگ ٹوٹا ہو یا اتنی مقدار میں کان کٹا ہو اس کی قربانی جائز نہیں:

جس جانور کا نصف یا نصف سے اکثر سینگ ٹوٹا ہو یا نصف یا نصف سے زیادہ کان کٹا ہو۔ اس کی قربانی جائز نہیں، علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ:

« نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُضَحَّى بِأَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْأُذُنِ »

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے جانور کی قربانی سے منع فرمایا جس کا نصف یا نصف

سے زیادہ سینگ ٹوٹا یا (اتنی مقدار میں) کان کٹا ہو۔"

[سنن أبوداؤد، كتاب الضحايا، باب ما يكره من الضحايا :٢٨٠٥۔ جامع ترمذى، أبواب الأضاحى، باب فى الضحية بعضباء القرن : ١٥٠٤۔ سنن نسائى، أبواب الضحايا، باب العضباء ٤٣٨٢، سنن ابن ماجه، ابواب الاضاحى، باب مايكره ان يضحى به: ٣١٤٥، مسند احمد، ١٢٧/١، صحيح ابن خزيمه: ٢٩١٣، مستدرك حاكم، ٢٢٤/٤، إسناده حسنٌ]

جری بن کلیب نہدی صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

فائدہ:

علی بن مدینی نے اسے، مجہول قرار دیا ہے اور ابو حاتم نے اسے نا قابل احتجاج قرار دیا ہے، (الجرح والتعدیل: ٥٢٧/٢) لیکن حافظ ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے اور امام ترمذی، امام حاکم، نے اس کی حدیث کو صحیح اور ضیاء مقدسی نے الاحادیث المختارہ میں حدیث جری بن کلیب کو حسن قرار دیا ہے، اس سے جہالت کا ازالہ ہوا ہے اور عجلی نے معرفۃ الثقات میں لکھا ہے: "جری بن کلیب بصری تابعی ثقۃ، جری بن کلیب بصری ثقہ تابعی ہیں، لہٰذا یہ نا قابل احتجاج نہیں بلکہ صدوق راوی ہیں۔

أعضَبُ القَرنِ کی توضیح:

ا۔ قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« فَذَكَرتُ ذٰلِكَ لِسَعِيدِ بنِ المُسَيَّبِ فَقَالَ : العَضَبُ مَا بَلَغَ النِّصفَ فَمَا فَوقَ ذٰلِكَ »

"میں سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ (مشہور تابعی) سے "اَعضَبُ القُرآن وَالاُذُنِ" کی تفسیر پوچھی تو انھوں نے کہا اعضب وہ جانور ہے جس کا نصف یا نصف سے زائد سینگ ٹوٹا یا کان کٹا ہو۔"

[جامع ترمذی ... ١٥٠٤ ...]

مسند احمد: ۱۲۷/۱۔ اسنادہ صحیح]

القاموس المحیط میں ہے:

« إِنَّ الْعَضْبَاءَ الشَّاةُ الْمَكْسُورَةُ الْقَرْنِ الدَّاخِلِ »

''عضباء وہ بکری ہے جس کا سینگ اندر سے ٹوٹا ہو۔''

[عون المعبود : ۲۱/۸، تحفۃ الأحوذی : ۶۷/۵]

فقہ الحدیث:

① حدیث الباب دلیل ہے کہ ایسا جانور جس کا سینگ نصف یا نصف سے زیادہ ٹوٹا ہو یا اتنی مقدار میں کان کٹا ہو، اس کی قربانی درست نہیں نیز سینگ کا اندر سے ٹوٹنا قربانی میں قادح اور سینگ کا باہر سے ٹوٹنا اور اندر سے محفوظ ہونا یا سینگ کے خول کا معمولی ٹوٹنا، اس پر رگڑ یا چوٹ کے نشانات قربانی کے جانور کے عدم جواز کے لیے نا کافی ہیں، کم از کم نصف یا نصف سے زائد سینگ کا ٹوٹنا شرط ہے۔

② قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهَا لَا تُجْزِئُ التَّضْحِيَةُ بِأَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْأُذُنِ وَهُوَ مَا ذَهَبَ نِصْفُ قَرْنِهِ أَوْ أُذُنِهِ، وَ ذَهَبَ أَبُو حَنِيفَةَ، وَالشَّافِعِيُّ وَالْجُمْهُورُ إِلَى أَنَّهَا تُجْزِئُ التَّضْحِيَةُ بِمَكْسُورِ الْقَرْنِ مُطْلَقًا وَ كَرِهَهُ مَالِكٌ إِذَا كَانَ يَدْمِي وَ جَعَلَهُ عَيْبًا »

''یہ حدیث دلیل ہے کہ نصف یا نصف سے زیادہ سینگ ٹوٹا یا (اتنی مقدار میں) کان کٹے جانور کی قربانی درست نہیں (اعضب وہ ہے) جس کا نصف سینگ یا نصف کان ضائع ہو چکا ہو، لیکن ابو حنیفہ، شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا مؤقف ہے کہ سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی مطلق جائز ہے (خواہ نصف ہو یا نصف سے کم یا زیادہ سینگ ٹوٹا ہو) امام مالک رحمہ اللہ نے سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی کو

مکروہ خیال کیا ہے جب سینگ سے خون بہتا ہو اور وہ عیب کی شکل اختیار کر چکا ہو۔"

[نیل الأوطار: ۵/۱۲۳۔ عون المعبود : ۸/۲۱۔ تحفة الاحوذی : ۵/۶۷]

راجح موقف:

شوکانی رحمہ اللہ مذکورہ بحث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" فَالظَّاهِرُ أَنَّ الْمَكْسُورَةَ لَا تَجُوزُ التَّضْحِيَةُ بِهَا إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ الذَّاهِبُ مِنَ الْقَرْنِ مِقْدَارًا يَسِيرًا بِحَيْثُ لا يُقَالُ عَضْبَاءَ لِأَجْلِهِ، أَوْ يَكُوْنَ دُوْنَ النِّصْفِ إِنْ صَحَّ التَّقْدِيْرُ بِالنِّصْفِ الْمَرْوِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ لُغَوِيٌّ وَ شَرْعِيٌّ، كَذٰلِكَ لَا تُجْزِئُ التَّضْحِيَةُ بِأَعْضَبِ الْأُذُنِ وَهُوَ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ اسْمُ الْعَضَبِ لُغَةً أَوْ شَرْعًا"

"راجح موقف یہ ہے کہ سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ جانور کا معمولی مقدار میں سینگ ٹوٹا ہو کہ اس پر عضباء (نصف یا نصف سے زیادہ مقدار میں سینگ ٹوٹا ہوا) کی تعریف صادق نہ آتی ہو یا نصف مقدار سے کم سینگ ٹوٹ ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے بشرطیکہ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مروی عضب کی تفسیر صحیح ہو (چونکہ سعید بن مسیّب سے مروی تفسیر درست ہے لہٰذا یہ استدلال برحق ہے) اسی طرح نصف یا نصف سے زائد کان کٹے جانور کی قربانی بھی درست نہیں۔"

[نیل الاوطار: ۵/۱۲۳، عون المعبود: ۷/۲۱، تحفة الاحوذی: ۵/۶۷]

باہر سے ٹوٹا ہوا سینگ عیب نہیں ہے:

اگر قربانی کے جانور کا سینگ اندر سے صحیح سالم اور باہر سے ٹوٹا ہوا ہے تو پھر ایسی

صورت میں ایسے جانور کی قربانی جائز ہے، کیونکہ جب جانور کا سینگ اندر سے ٹوٹے تب وہ معیوب ٹھہرتا ہے۔

عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« قَالَ فِی الْفَائِقِ : اَلْعَضَبُ فِی الْقَرْنِ دَاخِلُ الْإِنْکِسَارِ، وَ یُقَالُ فِی الْخَارِجِ الْقَصَمُ، وَ کَذٰلِكَ فِی الْقَامُوْسِ کَمَا عَرَفْتَ، وَقَالَ فِیْهِ الْقَصْمَاءُ الْمَعزُ الْمَکْسُوْرَةُ الْقَرْنِ الْخَارِجِ اِنْتَهٰی، فَالظَّاهِرُ عِنْدِی أَنَّ الْمَکْسُوْرَةَ الْقَرْنِ الْخَارِجِ تُجُوْزُ الْضَحِیَةُ بِهَا، وَ أَمَا الْمَکْسُوْرَةُ الْقَرْنِ الدَّاخِلِ، فَکَمَا قَالَ الشَّوْکَانِیُّ مِنْ أَنَّهَا لَا تَجُوْزُ التَّضْحِیَةُ بِهَا إِلَّا أَنْ یَکُوْنَ الذَاهِبُ مَنَ الْقَرْنِ الدَّاخِلِ مِقْدَارًا یَسِیْرًا »

”الفائق فی غریب الحدیث والاثر میں ہے کہ اندر سے سینگ کا ٹوٹنا عضب اور باہر سے سینگ کا ٹوٹنا قصم کہلاتا ہے، القاموس المحیط میں بھی یہی منقول ہے اور قصماء اس بکری کو کہا جاتا ہے کہ جس کے سینگوں کے باہر والے کنارے ٹوٹے ہوں، لہذا میرے نزدیک یہ بات راجح ہے کہ باہر سے ٹوٹے ہوئے سینگوں والے جانور کی قربانی جائز ہے اور اندر سے ٹوٹے ہوئے سینگوں والے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ اندر سے معمولی مقدار میں سینگ ٹوٹا ہوتو اس کی قربانی جائز ہے۔“

جیسا کہ شوکانی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

[تحفة الاحوذی : ٥/ ٦٧]

لہذا اگر جانور کے سینگ کے کنارے ٹوٹے ہیں یا سینگ کا خول ہی اتر چکا ہوتب بھی ایسے جانور کی قربانی جائز ہے، بشرطیکہ سینگ کا اندرونی حصہ صحیح سالم ہو۔

دانت کا ٹوٹنا یا زخمی ہونا عیب نہیں:

جانور کا دانت ٹوٹنا یا دانت زخمی ہونا ایسا عیب نہیں جو قربانی سے مانع ہو، بلکہ ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

عبید بن فیروز رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہا:

« فَإِنِّی أَكْرَهُ أَنْ یَكُونَ فِی السِّنِّ نَقْصٌ، قَالَ : مَا كَرِهْتَ فَدَعْهُ، وَلَا تُحَرِّمْهُ عَلَى أَحَدٍ »

"میں قربانی کے دانت میں نقص کو مکروہ سمجھتا ہوں اس پر براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا: جو جانور تمھیں ناپسند ہیں انھیں رہنے دو (یعنی تم ان کی قربانی نہ کرو) لیکن کسی اور کے لیے انھیں حرام قرار نہ دو"

[سنن ابوداود: ۲۸۰۲، اسنادہ صحیح]

لہٰذا جانوروں میں ایسے عیوب جن سے شریعت صحت منع نہیں کرتی قربانی سے مانع نہیں ہیں اور قربانی سے فقط وہی عیوب مانع ہیں جو شریعت مطہرہ سے ثابت ہیں، چنانچہ عیوب قربانی میں خود ساختہ تاویلات وتشریحات اور عقلی موشگافیوں سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ ذاتی پسند وناپسند سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا۔

قربانی کے جانور کا دم کٹا ہونا صحت قربانی سے مانع نہیں:

قربانی کے جانور کی دم کا کٹا یا زخمی ہونا شرعی عیب نہیں ہے اور ایسے جانور کی قربانی ناجائز نہیں، نیز جس روایت میں دم کٹے جانور کی قربانی سے منع کیا گیا ہے، وہ روایت ضعیف ہے۔ علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ وَلَا نُضَحِّي بِمُقَابَلَةٍ وَلَا مُدَابَرَةٍ وَلَا بَتْرَاءَ وَلَا خَرْقَاءَ »

”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی کے جانور کی) آنکھ اور کان اچھی طرح دیکھیں اور ہم ایسے جانور جس کا کان آگے سے کٹ کر لٹکا ہو، پیچھے سے کان کٹ کر لٹکا ہو، دم کٹے اور ایسا جانور جس کے کان میں گول سوراخ ہو کی قربانی نہ کریں۔“

[سنن نسائی، کتاب الضحایا، المقابلہ وهي ماقطع طرف اذنها : ٤٣٧٧۔ إسناده ضعیف]

زکریا بن ابی زائدہ کی تدلیس ہے اور زکریا بن ابی زائدہ کا ابو اسحاق سبیعی سے سماع اختلاط کے بعد ثابت ہے ان دو علتوں کی وجہ سے یہ روایت ضعیف نیز ثقات کی مخالفت کی وجہ سے یہ روایت منکر ہے، کیونکہ باقی راوی ”بتراء“ (دم کٹے جانور کی قربانی کے عدم جواز) کے بجائے شرقاء (ایسے جانور جس کے کان طول یا عرض میں کٹے ہوں) کا لفظ ہے۔

(دیکھیے صفحہ: ۹۷)

نیز ایک دوسری روایت جس سے قربانی کے جانور کا دم کٹا ہونا معیوب ثابت ہوتا ہے وہ بھی ضعیف ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« اِشْتَرَيْتُ أُضْحِيَةً فَجَاءَ الذِئْبُ فَأَكَلَ مِنْ ذَنْبِهَا، أَوْ أَكَلَ ذَنْبَهَا فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : ضَحِّ بِهَا »

”میں نے قربانی کا جانور (دنبہ) خریدا اور بھیڑیا آ کر اس کی دم (چکی) کھا گیا چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (اس کی قربانی کے بارے) سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہی جانور ذبح کر لو“

[مسند احمد: ۷۸/۳۔ ۱۱۷۶۰، اسناده ضعیف جداً]

جابر بن یزید بن حارث جہنی متروک (انتہائی ضعیف) راوی ہے اور محمد بن قرظہ بن کعب انصاری مجہول راوی ہے نیز اس کا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں۔

جانور خریدنے کے بعد عیب واقع ہونے کی صورت میں کیا حکم ہے؟

اگر قربانی کا جانور خریدنے کے بعد اس میں عیب پڑ جائے تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں اور اسے تبدیل کرنا لازم ہے، کیونکہ قربانی کے لیے شرعی عیوب سے پاک ہونا شرط ہے اور قربانی خریدتے وقت جانور کا عیوب سے سالم ہونا شرط نہیں بلکہ ذبح کرتے وقت ان عیوب سے سلامتی والا ہونا مشروط ہے اور مذکورہ عیوب میں مبتلا جانور کو ذبح کرنے کی ممانعت ہے۔

نیز جس روایت سے یہ مفہوم کشید کیا جاتا ہے کہ قربانی کا جانور خریدنے کے بعد عیب دار ہو جائے تو اس کی قربانی جائز ہے، وہ روایت ضعیف ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((اِبْتَعْنَا كَبْشًا نُضَحِّی بِهِ، فَأَصَابَ الذِّئْبُ مِنْ إِلْيَتِهِ وَ أُذُنِهِ، فَسَأَلْنَا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنَا أَنْ نُضَحِّیَ بِهِ))

”ہم نے قربانی کے لیے مینڈھا خریدا اور اس کی دونوں سرینیں اور دونوں کان بھیڑیا کھا گیا، چنانچہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس کی قربانی کے متعلق) پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ ہم یہی مینڈھا ذبح کریں۔“

[سنن ابن ماجه، ابواب الاضاحی، باب من اشتری اضحية صحيحة، فأصابها عنده شیء، ٣١٤٦، مسند احمد، ٣/٧٨، اسناده ضعيف جداً]

جابر بن یزید بن حارث جعفی متروک، اور محمد بن قرظہ بن کعب انصاری، مجہول ہے اور اس کا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں۔

عبد اللہ اگر ایام قربانی کے قریب جانور خریدنے کے بعد جانور زخمی یا بیمار ہو جائے تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

① عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((إِنْ كَانَ أَصَابَهَا بَعْدَ مَا اشْتَرَيْتُمُوهَا فَأَمْضُوهَا، وَ إِنْ أَصَابَهَا قَبْلَ أَنْ تَشْتَرُوهَا فَأَبْدِلُوهَا))

"اگر (قربانی میں) نقص خریدنے کے بعد واقع ہوا تو اسے ذبح کرلو اور اگر نقص و عیب خریدنے سے پہلے واقع ہوا ہے تو اسے تبدیل کردو۔"

[سنن بیهقی : ۲۸۹/۹، إسناده صحیح]

② ابن شہاب زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((إِذَا اشْتَرَى الرَّجُلُ أُضْحِيَةً، فَمَرِضَتْ عِنْدَهُ أَوْ عَرَضَ لَهَا مَرَضٌ فَهِيَ جَائِزَةٌ))

"جب کوئی شخص قربانی خریدے پھر وہ اس کے پاس بیمار ہو جائے یا اسے کوئی مرض لاحق ہو جائے تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔"

[مصنف عبد الرزاق : ۸۱٦۱۔ إسناده صحیح]

تمام گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کافی ہے:

قربانی تنہا فرد کی طرف سے کفایت کرے گی یا تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے اس بارے علماء کا اختلاف ہے۔

(ا) امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: شافعیہ اور جمہور علماء کا موقف ہے کہ گھر کے سرپرست سمیت تمام اہل خانہ کا ایک قربانی کرنا اور تمام اہل خانہ کا ایک قربانی میں شریک ہونا جائز ہے۔

[شرح النووی: ۱۲۲/۱۳]

(۲) ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

((وَلَا بَأْسَ أَنْ يَذْبَحَ الرَّجُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ شَاةً وَاحِدَةً أَوْ بَقَرَةً أَوْ بَدَنَةً، نَصَّ عَلَيْهِ أَحْمَدُ وَ بِهِ قَالَ مَالِكٌ وَ اللَّيْثُ وَالْأَوْزَاعِيُّ وَ

إِسْحَاقُ، وَ رُوِيَ ذَلِكَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ أَبِي هُرَيْرَةَ »

”آدمی اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری گائے یا اونٹ ذبح کر سکتا ہے، (اس میں کچھ مضائقہ نہیں) امام احمد نے اس جواز پر نص بیان کی ہے اور مالک، لیث اور زاعی اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے، نیز ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے“

[المغنی لابن قدامه والشرح الكبير: ۹۸/۱۱]

سفیان ثوری رحمہ اللہ، ابو حنیفہ رحمہ اللہ، اور احناف نے تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک قربانی کو مکروہ قرار دیا ہے (ان کے مطابق ہر فرد کی طرف سے علیحدہ قربانی کی جائے گی اور ایک قربانی ایک فرد ہی کی طرف سے کافی ہوتی ہے، ایک ایک قربانی میں ایک سے زائد افراد شامل نہیں ہو سکتے وہ گھر کے افراد ہوں یا اجنبی ہوں)

[شرح النووی: ۱۲۲/۱۳]

② ابن قدامہ حنبلی رقم طراز ہیں:

« وَ كَرِهَ ذَلِكَ الثَّوْرِيُّ وَ أَبُو حَنِيفَةَ لِأَنَّ الشَّاةَ لَا تُجْزِئُ عَنْ أَكْثَرَ مِنْ وَاحِدٍ، فَإِذَا اشْتَرَكَ فِيهَا اثْنَانِ لَمْ تُجْزِئْ عَنْهُمَا كَالْأَجْنَبِيَّيْنِ »

”سفیان ثوری اور ابو حنیفہ نے اس عمل (تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرنا) کو مکروہ خیال کیا ہے، اس لیے کہ (ان کے نزدیک) ایک بکری ایک سے زائد افراد سے ناکافی ہے چنانچہ جب دو فرد ایک بکری کی قربانی میں شریک ہوں گے تو وہ ان دو افراد سے کفایت نہیں کرے گی، جیسے (اجنبی افراد کی طرف سے ایک بکری ناکافی ہے)“

[المغنی لابن قدامه والشرح الكبير: ۹۸/۱۱]

③ « وَ قَالَ الْهَادِي وَ الْقَاسِمُ ، تُجْزِئُ الشَّاةُ عَنْ ثَلَاثَةٍ »

''ہادی اور قاسم کہتے ہیں کہ بکری فقط تین افراد سے کفایت کرتی ہے۔''

راجح موقف:

جمہور علماء کا موقف راجح ہے کہ گھر کے سرپرست سمیت تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک بکری (مینڈھا، اونٹ اور گائے کا ایک حصہ) کافی ہے۔

خواہ اہل خانہ کی تعداد سو افراد پر مشتمل ہو۔

دلائل حسب ذیل ہیں:

دلیل ۱:

عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّى بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيْعِ أَهْلِهِ »

[صحيح بخاري، كتاب الاحكام، باب بيعة الصغير : ٧٢١٠۔ مستدرك حاكم: ٢٢٩/٤۔ سنن بيهقي : ٧٩/٦، مسند احمد : ٢٣٣/٤]

دلیل ۲:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں:

« أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ، يَطَأُ فِي سَوَادٍ، وَ يَبْرُكُ فِي سَوَادٍ وَ يَنْظُرُ فِي سَوَادٍ، فَأُتِيَ بِهِ لِيُضَحِّيَ بِهِ قَالَ لِعَائِشَةَ : هَلُمِّي الْمُدْيَةَ، ثُمَّ قَالَ : اشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ ، فَفَعَلَتْ ثُمَّ أَخَذَهَا، وَ أَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ، ثُمَّ قَالَ : بِاسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ ! تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ، وَ آلِ مُحَمَّدٍ، وَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ

ضَحَّى بِهِ »

”بلاشبہ رسول اللہ نے سینگوں والا مینڈھا لانے کا حکم دیا جو سیاہی میں چلتا تھا، سیاہی میں بیٹھتا اور سیاہی میں دیکھتا تھا، چنانچہ اس کو ذبح کرنے کے لیے لایا گیا تو آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا چھری تیز کرو! انہوں نے چھری تیز کی، پھر آپ ﷺ نے چھری لی اور مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا اور اسے ذبح کرنے لگے، پھر یہ کلمات کہے: بسم اللہ، اے اللہ! محمد، آل محمد، اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما! پھر آپ ﷺ نے اسے ذبح کیا۔“

[مسلم، کتاب الاضاحی، باب استحباب استحسان الضحية: ١٩٦٧- أبو داؤد، کتاب الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا: ٢٧٩٢، مسند احمد: ٧٨/٦م سنن بيهقی، ٢٦٧/٩]

فقہ الحدیث:

١۔ امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَاسْتَدَلَّ بِهٰذَا مَنْ جَوَّزَ تَضْحِيَةَ الرَّجُلِ عَنْهُ وَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَاشْتِرَاكَهُمْ مَعَهُ فِي الثَّوَابِ، وَهُوَ مَذْهَبُنَا وَ مَذْهَبُ الْجُمْهُوْرِ »

”اس حدیث میں ان علماء نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ آدمی کا اپنی طرف سے اپنے اہل خانہ کی طرف سے قربانی کرنا اور انھیں ثواب قربانی میں شریک کرنا جائز ہے، ہمارا (شافعیہ) اور جمہور علماء کا بھی یہی موقف ہے“

[نيل الأوطار: ١٢٢/١٣]

٢۔ حافظ خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

« قَوْلُهُ مَنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مَنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ، فِيهِ دَلِيْلٌ عَلَى أَنَّ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ تُجْزِئُ عَنِ الرَّجُلِ وَ عَنْ أَهْلِهِ، وَ إِنْ كَثُرُوْا »

”آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ محمد، آل محمد اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما! دلیل ہے کہ آدمی اور اس کے اہل خانہ کی طرف سے ایک بکرا کافی ہے، خواہ ان کی تعداد زیادہ ہی ہو۔“

[عون المعبود : ۲۳/۸]

دلیل ۳:

عطا بن یسار ہلالی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« سَأَلْتُ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ كَيْفَ كَانَتِ الضَّحَايَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : كَانَ الرَّجُلُ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، فَيَأْكُلُونَ وَ يُطْعِمُونَ، ثُمَّ تَبَاهَى النَّاسُ ، فَصَارَ كَمَا تَرَى »

”میں نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ نبی ﷺ کے دور میں قربانیوں کی کیا کیفیت تھی؟ (یعنی گھر کے لوگ کتنی قربانیاں کرتے تھے) اس پر انھوں نے بتایا کہ عہد نبوت میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر کی طرف سے ایک بکری ذبح کرتا تھا۔ وہ اس قربانی سے خود بھی کھاتے اور (دوسے لوگوں کو بھی) کھلاتے تھے پھر لوگوں میں فخر و مباہات میں مقابلہ بازی شروع ہو گئی اور (زیادہ قربانیاں کرنے کی)جو روش چل پڑی ہے وہ تم دیکھ رہے ہو۔“

[جامع ترمذی، أبواب الأضاحی باب ماجاء أن الشاة الواحدة تجزئ عن أهل البيت : ١٥٠٥۔ سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحی، باب من ضحى بشاة عن أهله: ٣١٤٧۔ سنن بيهقى : ٢٦٨٩۔ طبرانی كبير : ٣٨٢٢۔ إسناده صحيح]

فقہ الحدیث:

عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَهُوَ نَصٌّ صَرِيحٌ فِي أَنَّ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ تُجْزِئُ عَنِ الرَّجُلِ وَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَ إِنْ كَانُوا كَثِيرِينَ، وَهُوَ الْحَقُّ »

"یہ حدیث صریح نص ہے کہ آدمی اور اس کے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کفایت کرتی ہے خواہ ان کی تعداد زیادہ ہی ہو اور یہی بات قرین صواب ہے۔"

[تحفة الأحوذی : ٥/ ٦٨]

دلیل ۴:

ابو سریحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں:

« حَمَلَنِي أَهْلِي عَلَى الْجَفَاءِ، بَعْدَ مَا عَلِمْتُ مِنَ السُّنَّةِ، كَانَ أَهْلُ الْبَيْتِ يُضَحُّونَ بِالشَّاةِ وَالشَّاتَيْنِ وَالْآنَ يُبَخِّلُنَا جِيرَانُنَا »

"(قربانی کے بارے میں) سنت کا علم ہونے کے باوجود میرے گھر والوں نے مجھے سنت سے بے رغبتی پر لاچار کیا ہے، (عہد رسالت میں) تمام گھر والے ایک یا دو بکریاں ذبح کرتے تھے، لیکن (اب اس سنت پر عمل کرنے پر) ہمارے ہمسائے ہمیں بخیل سمجھتے ہیں۔"

[سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحی، باب من ضحی بشاة عن أهله : ٣١٤٨۔ مستدرك حاكم: ٤/ ٢٢٨۔ سنن بيهقی : ٩/ ٢٦٩۔ طبرانی كبير : ٢٩٨٧۔ إسناده صحيح]

فائدہ:

ابن ماجہ، بیہقی اور طبرانی کبیر کی سند میں سفیان ثوری کی تدلیس ہے لیکن مستدرک حاکم کی سند میں زائدہ بن قدامہ ثقہ راوی ہیں اور یہ سند صحیح ہے۔

۱۔ شمس الحق عظیم آبادی بیان کرتے ہیں:

" اَلْمَذْهَبُ الْحَقُّ هُوَ أَنَّ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ تُجْزِئُ عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ لِأَنَّ

الصَّحَابَۃَ کَانُوا یَفْعَلُونَ فِی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ‘‘

’’راجح مذہب یہ ہے کہ ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے قربانی میں کفایت کرتی ہے کیونکہ عہد رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ عمل کرتے تھے۔‘‘

[عون المعبود : ۲۲/۸]

۲۔ شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

« وَالْحَقُّ أَنَّھَا تُجْزِیُٔ عَنْ أَھْلِ الْبَیْتِ وَ إِنْ کَانُوا مِائَۃَ نَفْسٍ أَوْ أَکْثَرَ کَمَا قَضَتْ بِذٰلِکَ السُّنَّۃُ »

’’برحق مسئلہ یہ ہے کہ ایک بکری تمام اہل خانہ کی طرف سے کافی ہے خواہ گھر کے افراد سو نفوس پر مشتمل ہوں جیسا کہ سنت اس کے جواز کے متقاضی ہے۔‘‘

[نیل الأوطار: ۱۲۸/۵]

امام طحاوی رحمہ اللہ کا دعویٰ تنسیخ:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہ دعوی کیا ہے کہ مذکورہ روایات جن میں تمام گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کا جواز ہے یا تو منسوخ ہو چکی ہیں یا یہ مخصوص ہیں، لہٰذا ان پہ عمل جائز نہیں یہ دعوی بلا دلیل ہونے کی وجہ سے باطل و مردود ہے۔

① امام نووی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ:

« وَزَعَمَ الطَّحَاوِیُّ، أَنَّ ھٰذَا الْحَدِیْثَ مَنْسُوْخٌ أَوْ مَخْصُوْصٌ، وَ غَلَّطَہُ الْعُلَمَاءُ فِی ذٰلِکَ، فَإِنَّ النَّسْخَ وَالتَّخْصِیْصَ لَا یَثْبُتَانِ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوَی »

’’طحاوی کا زعم ہے کہ مذکورہ حدیث (جس میں تمام گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی کرنے کا اور انھیں قربانی میں شامل کرنے کا جواز ہے) منسوخ یا مخصوص

ہے، لیکن علماء نے طحاوی کے اس دعوی کو باطل قرار دیا ہے کیونکہ کسی حکم کی تنسیخ و تخصیص خالی دعوے سے نہیں ہوتی، بلکہ (تنسیخ و تخصیص کے لیے) ٹھوس دلیل کا ہونا لازم ہے۔''

[شرح النووی: ۱۳/ ۱۲۲]

② عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ شارح ترمذی کا بیان ہے:

« تَضْحِيَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أُمَّتِهِ وَ إِشْرَاكُهُمْ فِي أُضْحِيَةِ مَخْصُوْصٌ بِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَمَّا تَضْحِيَتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَ آلِهِ فَلَيْسَ بِمَخْصُوْصٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مَنْسُوْخًا، وَالدَّلِيْلُ عَلَى ذٰلِكَ أَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ كَانُوْا يُضَحُّوْنَ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ يَذْبَحُهَا الرَّجُلُ عَنْهُ وَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا عَرَفْتَ، وَلَمْ يَثْبُتْ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ التَّضْحِيَةُ عَنِ الْأُمَّةِ وَ إِشْرَاكُهُمْ فِي أُضْحِيَتِهِ اَلْبَتَّةَ، وَ أَمَّا ادِّعَاءُ الطَّحَاوِيُّ فَلَيْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلٌ »

''رسول اللہ ﷺ کا امت کی طرف سے قربانی کرنا اور قربانی میں امت کو شامل کرنا آپ ﷺ کا خاصہ ہے، لیکن آپ ﷺ کا اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرنا نہ آپ ﷺ کا خاصہ اور نہ یہ عمل منسوخ ہے (اس عمل کے جواز و مسنون ہونے کی) دلیل یہ کہ صحابی کرام رضی اللہ عنہم اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی کرتے تھے، جیسا کہ یہ معروف مسئلہ ہے امت کی طرف سے قربانی کرنا اور امت کے افراد کو قربانی میں شریک کرنا کسی صحابی سے ثابت نہیں نیز امام طحاوی رحمہ اللہ کا دعوئ تنسیخ و تخصیص بے دلیل ہے۔''

[تحفة الأحوذی : ٥/ ٦٩]

گھر والوں کی طرف سے علیحدہ قربانی کرنا مسنون ہے:

اہل خانہ کی طرف سے الگ قربانی کرنا بھی جائز ہے اس کی دلیل آئندہ احادیث ہیں۔

۱۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«وَ ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نِسَائِهٖ بِالْبَقَرِ»

"رسول اللہ ﷺ نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) اپنی بیویوں کی طرف سے گائے قربان کی۔"

[صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب الأمر بالنفساء إذا نفسن : ۲۹۴۔ صحیح ابن خزیمه : ۳۰۲۸۔ صحیح ابن حبان: ۱۴۲۹]

ایک آدمی دو جانور ذبح کرسکتا ہے:

ایک سے زائد جانور کی قربانی مسنون و مستحب فعل ہے، بشرطیکہ اس عمل میں سنت کی پیروی، اخلاص، حصول تقویٰ، وللّٰہیت ہو۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّيْ بِكَبْشَيْنِ وَ أَنَا أُضَحِّيْ بِكَبْشَيْنِ»

"نبی ﷺ دو مینڈھے ذبح کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈے ذبح کرتا ہوں۔"

[صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب أضحیة النبی ﷺ بکبشین أقرنین : ۵۵۵۳۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب الکبش : ۴۳۹۔ مسند أحمد : ۱۰۱/۳]

فقہ الحدیث:

ابن بطال رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ عَنْ نَفْسِهٖ بِاثْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ، فَهُوَ أَزْيَدُ فِيْ أَجْرِهٖ

إِذَا أَرَادَ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ وَ إِطْعَامَ الْمَسَاكِيْنِ»

"جو شخص اپنی طرف سے دو یا تین قربانیاں کرنا چاہے یہ عمل اس کے لیے زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے بشرطیکہ اس عمل سے رضائے الٰہی اور مساکین کو کھلانا مقصود ہو۔"

[شرح ابن بطال : ١١/١٤]

ہدی (حج کے جانور) میں اونٹ اور گائے میں سات سات افراد شریک ہو سکتے ہیں:

ہدی (حج کے جانور) میں اونٹ اور گائے میں سات سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ دلائل حسب ذیل ہیں:

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

« نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ »

"ہم نے (صلح) حدیبیہ کے سال سات افراد کی طرف سے اونٹ اور سات ہی افراد کی طرف سے گائے ذبح کی۔"

[صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز الاشتراك، فى الهدى : ١٣١٨- سنن أبو داؤد، كتاب الضحايا، باب البقر و الجزورعن كم تجزئ : ٢٨٠٩- جامع ترمذى أبواب الأضاحى باب ما جاء فى الاشتراك فى الأضحية : ١٥٢- سنن ابن ماجه أبواب الأضاحى، باب عن كم تجزئ البدنه والبقرة : ٣١٣٢]

② جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں:

« خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَشْتَرِكَ فِى الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ، كُلُّ

سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ ﴾

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں (حج کے ارادے سے) تکبیرات بلند کرتے نکلے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ اونٹ اور گائے میں ہم سات سات افراد شریک ہوں۔''

[صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز الاشتراك، فی الهدی : ۱۳۱۸]

فقہ الحدیث:

ہدی (حج کے جانور میں سے) اونٹ اور گائے میں سات سات افراد شریک ہو سکتے ہیں، قربانی اور ہدی میں بالاتفاق سات افراد شریک ہو سکتے ہیں، اور ہدی کے اونٹ میں فقط سات افراد ہی شریک ہو سکتے ہیں، جب کہ قربانی کے اونٹ میں دس افراد شریک ہوں گے۔

قربانی کے اونٹ میں دس افراد شریک ہوں گے:

قربانی کے جانوروں میں گائے میں سات اور اونٹ میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں:

﴿ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحَى، فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَ فِي الْبَعِيرِ عَشَرَةً ﴾

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے اور عید الاضحیٰ آ گئی تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس افراد شریک ہوئے۔''

(1) [جامع ترمذی، أبواب الأضحی، باب ما جاء فی الاشتراك فی الأضحية: ۱۵۱۱۔ سنن ابن ماجه، باب أبواب الأضحی، باب عن کم تجزئ البدنه والبقرة : ۳۱۳۱۔ صحیح ابن خزیمة : ۴۰۰۷۔ صحیح ابن خزیمة: ۲۹۰۸۔ طبرانی کبیر: ۱۱۷۶۱۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب ماتجزئ عنه البدنه

علیاء بن احمر یشکری صدوق اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

فقہ الحدیث:

۱۔ شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْبَدَنَةَ تُجْزِئُ فِي الْأُضْحِيَةِ عَنْ عَشَرَةٍ»

"یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی میں دس افراد کی طرف سے ایک اونٹ کفایت کرتا ہے۔"

[نيل الأوطار: ٥/١٩٨]

۲۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوعٌ فَأَصَابُوا إِبِلًا وَ غَنَمًا، قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُخْرَيَاتِ الْقَوْمِ فَعَجِلُوا وَ ذَبَحُوا وَ نَصَبُوا الْقُدُورَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُورِ فَأُكْفِئَتْ ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ»

"ہم ذوالحلیفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے چنانچہ لوگوں کو بھوک لگی تو انھوں نے (مال غنیمت) کے اونٹ اور بکریاں لیں اور قبل از تقسیم عجلت کا مظاہرہ کیا اور (کچھ اونٹ اور بکریاں) ذبح کیں اور ہانڈیاں چڑھا دیں، جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے پیچھے رہنے والوں میں شامل تھے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع موصول ہوئی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہانڈیاں الٹانے کا حکم دیا تو وہ الٹا دی گئیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غنیمت کے جانور) تقسیم کیے اور دس بکریاں ایک اونٹ کے برابر قرار دیں۔"

[صحيح بخاري، كتاب الشركة باب قسمة الغنم: ٢٤٨٨- سنن نسائي كتاب

الضحايا، باب ماتجزئ عنه البدنه فی الضحايا : ٤٣٩٦ـ صحيح ابن حبان : ٥٨٨٦ـ سنن بيهقی : ٦١/٩]

فوائد:

یہ حدیث دلیل ہے کہ ایک اونٹ دس بکریوں کے قائم مقام ہے اور قربانی میں ایک اونٹ میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں۔

ا۔ شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

« وَقَدِ اخْتُلِفَ فِي الْبَدَنَةِ فَقَالَتِ الشَّافِعِيَّةُ وَالْحَنَفِيَّةُ وَالْجُمْهُورُ، إِنَّهَا تُجْزِئُ عَنْ سَبْعَةٍ وَقَالَتِ الْعَتْرَةُ وَإِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ وَابْنُ خُزَيْمَةَ : إِنَّهَا تُجْزِئُ عَنْ عَشْرَةٍ وَهٰذَا هُوَ الْحَقُّ هُنَا لِحَدِيْثِ بْنِ عَبَّاسٍ الْمُتَقَدِّمِ فِيْ بَابِ أَنَّ الْبَدَنَةَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ عَنْ سَبْعِ شِيَاهٍ، وَالْأَوَّلُ هُوَ الْحَقُّ فِي الْهَدْيِ لِلْأَحَادِيْثِ الْمُتَقَدِّمَةِ هُنَالِكَ وَأَمَّا الْبَقَرَةُ فَتُجْزِئُ عَنْ سَبْعَةٍ فَقَطْ اِتِّفَاقًا فِي الْهَدْيِ وَالْأُضْحِيَةِ»

''اونٹ کی قربانی کتنے افراد سے کفایت کرتی ہے اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، چنانچہ شافعیہ، حنفیہ، اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ اونٹ کی قربانی سات افراد کی طرف سے کافی ہے اور عترہ، اسحاق بن راہویہ اور ابن خزیمہ کا موقف ہے کہ اونٹ کی قربانی دس افراد کی طرف سے کافی ہے'' یہ (ثانی الذکر علماء کا موقف قربانی کے مسئلہ میں راجح ہے (کہ عید الاضحیٰ کی قربانی میں اونٹ دس افراد سے کفایت کرتا ہے جیسا کہ اس کے قرین صواب ہونے کی دلیل حدیث ابن عباس اس عنوان (باب ان البدنہ من الابل عن سبع شاۃ) کے تحت بیان ہوتی ہے۔اور اول الذکر (جمہور علماء) کا موقف اس مسئلہ میں درست ہے کہ ہدی (حج کی

قربانی میں) اونٹ سات افراد سے کفایت کرتا ہے، البتہ گائے، قربانی اور ہدی میں بالاتفاق سات افراد ہی سے کفایت کرتی ہے۔

[نیل الأوطار: ۱۲۸/۵ ۔ عون المعبود : ۲۱/۸ ۔ تحفة الأحوذی : ٦٦/٥]

ایک شخص گائے اور اونٹ کے ایک سے زائد حصوں میں شریک ہوسکتا ہے:

اگر کوئی شخص گائے اور اونٹ کے ایک سے زائد حصوں میں شامل ہونا چاہے مثلاً وہ دو یا دو سے زائد حصوں کی قربانی کرنا چاہے تو یہ عمل جائز ہے، کیونکہ قربانی میں گائے سات بکریوں کے اور اونٹ دس بکریوں کے قائم مقام ہے تو جب دو یا دو سے زائد بکریوں کی قربانی جائز ہے تو گائے اور اونٹ کے دو سے زائد حصوں کی قربانی بھی جائز ہے۔

نیز جب اکیلے شخص کا مکمل اونٹ اور گائے قربانی کرنا جائز ہے تو ایک سے زائد حصوں کی قربانی بالاولیٰ جائز ہے۔

ایام قربانی کا بیان:

ایام قربانی کی تعیین کے متعلق علماء کرام کا خاصہ اختلاف ہے ذیل میں ہم علماء کے اقوال و مذاہب بمع دلائل بیان کرنے کے بعد راجح موقف کی نشاندہی کریں گے، ایام قربانی کے بارے علماء کے پانچ مذاہب ہیں۔

مذہب اول:

قربانی کے دن چار ہیں، جبیر بن مطعم، ابن عباس، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، عمر بن عبد العزیز، سلیمان بن موسیٰ اسدی، مکحول شافعی اور داؤد ظاہری رحمہم اللہ اسی مذہب کے قائل ہیں۔

[نیل الأوطار: ۱۳۲/۵ ۔ المغنی مع الشرح الکبیر، ۱۱/ ۱۱۵]

دلائل جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« كُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ وَ كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ »

''منی سارے کا سارا قربان گاہ ہے اور تمام ایام تشریق (۱۱-۱۲-۱۳ ذوالحجہ) قربانی کے دن ہیں۔''

[سنن بیھقی، ۲۳۹/۵، ۲۹۵/۹۔ مسند أحمد : ۸۲/٤۔ إسناده ضعيف]

امام بیہقی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہ روایت مرسل یعنی منقطع ہے کیونکہ سلیمان ابن موسیٰ اموی کی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے، نیز امام بخاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« سُلَيْمَانُ لَمْ يُدْرِكْ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »

''سلیمان بن موسیٰ اموی نے کسی صحابی کو نہیں پایا۔''

[العلل الكبير: ۳۱۳/۱]

(۲) جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« وَفِيْ كُلِّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ »

''تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں''

[صحيح ابن حبان : ۳۸۵٤۔ سنن بيهقي: ۲۹٦/۹، كشف الاستار : ۱۱۲٦۔ اسناده ضعیف منقطع]

اس حدیث کے ضعف کی دو علتیں ہیں:

۱۔ عبد الرحمٰن بن ابی حسین مجہول راوی ہے۔

۲۔ عبد الرحمٰن بن ابی حسین کی عمرو بن دینار سے ملاقات ثابت نہیں لہٰذا یہ سند منقطع بھی ہے۔ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام بزار لکھتے ہیں:

« اِبْنُ أَبِي حُسَيْنٍ لَمْ يَلْقَ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ »

''عبد الرحمٰن بن ابی حسین کی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔''

[البحر الزخار: ۳٤٤٤، نصب الراية: ۲۱/۳]

۳۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلُّهَا ذَبْحٌ»

''ایام تشریق سارے کے سارے قربانی کے دن ہیں۔''

[سنن دار قطنی : ۲۸۴/٤۔ سنن بیهقی: ۲۳۹/۵۔ ۲۹۶/۹، طبرانی کبیر: ۱۵٦۲۔ اسناده ضعیف]

(سوید بن عبدالعزیز بن نمیر سلمی ضعیف راوی ہے)

[تقریب التهذیب: ۲٦۹۲]

۴۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ»

''تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں۔''

[سنن دار قطنی: ۲۸٤/٥٤۔ سنن بیهقی: ۲۹٦/۹۔ إسناده ضعیف جداً]

احمد بن عیسیٰ تنیسی خشاب متروک راوی ہے اور عمرو بن دینار مکی کی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

[الموسوعة الحديثة: ۳۱۷/۲۷]

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلُّهَا ذَبْحٌ»

''ایام تشریق سارے کے سارے ذبح کے دن ہیں۔''

[سنن بیهقی: ۲۹٦/۹۔ إسناده ضعیف]

معاویہ بن یحیٰ صدفی ضعیف راوی ہے اور امام زہری کی تدلیس ہے۔

امام بیہقی ابو سعید رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی دو مختلف روایات جن کا مرکزی راوی معاویہ بن یحیٰ صدفی ہے بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں یہ دونوں روایات غیر محفوظ (یعنی ضعیف ہیں)ان دونوں روایات کو صرف معاویہ بن یحیٰ صدفی ہی بیان کرتا ہے، صدفی

ضعیف اور نا قابل حجت راوی ہے۔

[سنن بیہقی: ۹/ ۲۹۱]

۶۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« اَلْأَضْحٰی ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَ يَوْمَ النَّحْرِ »

''یوم نحر (دس ذوالحجہ) کے بعد تک قربانی تین دن ہے''

[سنن بیهقی: ۹/ ۲۹۶ ،اسناده ضعیف جداً]

طلحہ بن عمرو بن عثمان حضرمی متروک راوی ہے۔

۷۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ:

" اَلْأَضْحٰی ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ "

''یوم نحر کے بعد قربانی تین دن ہے۔''

[سنن بیهقی، ۹/ ۲۹۷، اسناده صحیح]

فائدہ:

قتادہ بن دعامہ ثقہ مدلس راوی ہیں، اور اس سند میں قتادہ کی تدلیس ہے لیکن یہاں یہ تدلیس قادح نہیں کیونکہ قتادہ سے شعبہ کی قتادہ سے روایت سماع پر محمول ہے۔

[الكفاية للخطيب ،ص: ۳۶۳۔ بحواله: الفتح المبين فى طبقات المدلسين از زبير على زئى، ص: ۵۹]

نیز شعبہ بن حجاج کہتے ہیں:

" كَفَيْتُكُمْ تَدْلِيسَ ثَلَاثَةٍ : اَلْأَعْمَشِ وَأَبِیْ إِسْحَاقَ وَ قَتَادَةَ "

'' میں تمھیں تین اشخاص، اعمش، ابو اسحاق سبیعی اور قتادہ کی تدلیس سے کافی ہوں (یعنی جب شعبہ ان سے روایت کریں تو اس روایت میں تدلیس کا احتمال نہیں ہوتا)''

[جزء مسئلة التسميه ص: ۷۴، منقول، الفتح المبين فى طبقات المدلسين، ص: ۴۳]

۸۔ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کہتے ہیں:

«اَلْأَضْحَى يَوْمُ النَّحْرِ وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَهُ»

''دس ذوالحجہ اور اس کے بعد کے تین دن قربانی ہے۔''

[سنن بیهقی : ۹/۲۹۷، إسناده حسن]

مذہب ثانی:

قربانی کے دن تین (۱۰۔۱۱۔۱۲ ذوالحجہ) ہیں، عمر بن خطاب، علی، ابن عمر، ابن عباس، ابو ہریرہ اور انس رضی اللہ عنہم سے یہی قول منقول ہے اور ابو حنیفہ، مالک ثوری اور احمد بن حنبل بھی اسی مذہب کے قائل ہیں۔

[المغنى مع الشرح الكبير: ۱۱/۱۱۵، نيل الاوطار، ۵/۱۳۳]

دلائل:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

• ﴿ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ، فَكُلُوْا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴾

''(اغراض حج میں سے ہے کہ) وہ چند معلوم دنوں میں ان پالتوں چوپاؤں پر اسکا نام ذکر کریں جو اس نے انھیں دیے ہیں بس تم ان سے کھاؤ اور تنگ دست فقیر کو کھلاؤ۔''

[الحج : ۲۸]

فقه الآية:

یہ آیت واضح نص ہے کہ ایام معلومات قربانی کے دن ہیں لیکن ایام معلومات سے کتنے اور کون سے دن مراد ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں۔ البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایام قربانی کے متعلق کچھ اقوال منقول ہوں، جن سے ایام معلومات (ایام

قربانی کی تعیین ممکن ہے) چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« اَلْأَيَّامُ الْمَعْلُومَاتُ وَالْمَعْدُودَاتُ هُنَّ جَمِيعُهُنَّ أَرْبَعَةُ أَيَّامٍ، فَالْأَيَّامُ الْمَعْلُومَاتِ يَوْمُ النَّحْرِ وَ يَوْمَانِ بَعْدَهُ، وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُودَاتُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ »

"ایام معلومات اور ایام معدودات کل چار دن ہیں، چنانچہ ایام معلوم یوم نحر (دس ذوالحجہ) اور اس کے بعد کے دو دن (یعنی دس، گیارہ، بارہ، ذوالحجہ کے ایام ہیں) اور ایام معدودات یوم نحر (دس ذوالحجہ) کے بعد تین دن (۱۱،۱۲،۱۳ ذوالحجہ) ہیں۔"

[تفسير ابن أبى حاتم : ١٤٧٢٨۔ تفسیر ابن کثیر، إسناده حسن]

محمد بن عجلان مدنی صدوق راوی ہے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔

[تفسير ابن كثير]

فقہ الأثر:

یہ اثر واضح دلیل ہے کہ ایام معلومات (قربانی کے ایام) تین دن (۱۰، ۱۱، ۱۲) ذوالحجہ ہیں اور تیرہ ذوالحجہ کا دن ایام معدودات (تکبیرات کے ایام میں شامل ہے معلومات (ایام قربانی) میں داخل نہیں اس موقف کی تائید آئندہ اقوال صحابہ سے ہوتی ہے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں:

« اَلْأَضْحَى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْأَضْحَى »

"عید الاضحیٰ کے دو دن بعد تک قربانی ہے۔"

[مؤطا إمام مالك، كتاب الضحايا، باب الضحيه عما فى بطن المرأة وذكر أيام الأضاحى، حديث الكتاب : ١٢۔ سنن بيهقى : ٩/٢٩٧۔ إسناده صحيح]

۲۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«اَلنَّحْرُ ثَلَاثَةُ اَیَّامٍ»

"قربانی تین دن ہے۔"

[أحکام القرآن للطحاوی: ۲/۲۰۵: ۱۵۶۹۔ إسنادہ حسن]

۳۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں:

«اَلنَّحْرُ یَوْمَانِ بَعْدَ النَّحْرِ وَأَفْضَلُھَا یَوْمُ النَّحْرِ»

"یوم نحر کے بعد قربانی دو دن ہے (یعنی (۱۰۔۱۱۔۱۲ ذوالحجہ قربانی کے ایام ہیں) اور یوم نحر (دس ذوالحجہ) کی قربانی افضل ہے"

[أحکام القرآن للطحاوی: ۲/۲۰۵، ۱۵۷]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

«اَلذَّبْحُ بَعْدَ النَّحْرِ یَوْمَانِ»

"قربانی یوم نحر کے بعد دو دن ہے۔"

[سنن بیھقی: ۹/۲۹۷۔ احکام القرآن للطحاوی: ۲/۲۰۶، ۱۵۷۶، اسنادہ صحیح]

نیز ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول تفسیری قول کہ ایام معلومات سے مراد یوم نحر اور اس کے بعد تین دن ہیں (یعنی قربانی کے چار ایام ہیں) ضعیف ہے

[تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۴۷۲۷، إسنادہ ضعیف]

اس میں حکم بن عتبہ کی تدلیس ہے۔

مذہب ثالث:

محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں

«لَا تَجُوْزُ اِلَّا فِیْ یَوْمِ النَّحْرِ خَاصَّةً، لِأَنَّھَا وَظِیْفَةُ عِیْدٍ فَلَا تَجُوْزُ اِلَا فِیْ یَوْمٍ وَاحِدٍ کَأَدَاءِ الْفِطْرَةِ یَوْمَ الْفِطْرِ»

”قربانی خاص یوم نحر ہی کو جائز ہے کیونکہ قربانی عید قربان کا خاص عمل ہے سو یہ عمل ایک ہی دن (دس ذوالحجہ کو جائز ہے) جیسے صدقہ فطر عید الفطر کے دن کے ساتھ ہی خاص ہے“

[المغنی مع الشرح الکبیر : ۱۱/۱۱۵۔ نیل الأوطار : ۵/۱۳۳۔ ابن سیرین کی یہ ذاتی رائے وقیاس ہے کتاب وسنت سے کوئی ایسی دلیل منقول نہیں جو ان کے موقف کی تائید کرتی ہو]

مذہب رابع:

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور جابر بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ شہریوں کے لیے قربانی کا ایک ہی دن (دس ذوالحجہ) ہے اور بستیوں میں رہائش پذیر لوگوں کے لیے قربانی کے تین دن (۱۱، ۱۲، ۱۳، ذوالحجہ) ہیں۔

[المغنی مع الشرح الکبیر : ۱۱/ ۱۱۵۔ نیل الأوطار : ۱۳۳۵۔ یہ قول بھی بے سند ہے اور کتاب وسنت میں اس کی تائید کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہے]

مذہب خامس:

ابوسلمہ بن عبد الرحمن اور عطاء بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ قربانی کا وقت ذوالحجہ کا سارا مہینا ہے۔

[المغنی مع الشرح الکبیر : ۱۱/۱۱۵۔ نیل الاوطار : ۵/۱۳۳]

دلائل:

ابوسلمہ اور سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ انھیں حدیث پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلضَّحَایَا إِلَی آخِرِ الشَّهْرِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ یَسْتَأْنِیَ ذَلِكَ»

”جو شخص قربانی میں تاخیر کرنا چاہے اس کے لیے ذوالحجہ کے آخر تک قربانی کرنا جائز ہے۔“

[سنن بیہقی : ۹/۲۹۷۔ دار قطنی : ۴/۲۷۵۔ إسناده ضعيف مرسل]

یہ حدیث دو علتوں کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۔ یحی بن ابی کثیر کی تدلیس ہے۔

۲۔ یہ روایت مرسل ہے۔

ابو امامہ بن سہل بن حنیف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« إِنْ كَانَ الْمُسْلِمُونَ يَشْتَرِي أَحَدُهُمُ الْأُضْحِيَةَ فَيُسَمِّنُهَا فَيَذْبَحُهَا بَعْدَ الْأَضْحَى آخِرَ ذِي الْحَجَّةِ »

''بلا شبہ مسلمان قربانیاں خریدتے اور پھر ان کو موٹا کرتے، پھر عید الاضحیٰ کے بعد آخری ذوالحجہ تک قربانیاں ذبح کرتے تھے۔''

[سنن بیهقی : ۹/ ۲۹۷، ۲۹۸، إسناده حسن]

محمد بن ابراہیم بن مسلم صدوق راوی ہے۔

فائدہ:

ذوالحجہ کے آخر تک قربانیاں کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے یا تابعین پھر یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں معمول یہ تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، اس بارے کوئی صراحت نہیں پھر یہ عمل کتاب اللہ اور آثار صحابہ کے خلاف بھی ہے، کیونکہ قرآن حکیم میں ایام معلومات قربانی کے ایام قرار دیے گئے ہیں اور مذہب ثانی کے دلائل میں یہ بات بھی عیاں ہو چکی ہے کہ ایام معلومات تین دن (۱۰۔۱۱۔۱۲) ذوالحجہ ہیں لہذا ابو امام بن سہل بن حنیف کا قول شاذ اور آیت قرآنی اور آثار صحابہ کے سے متضاد ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

راجح مذہب:

تین دن قربانی کے قائلین کا مذہب راجح اور قرین صواب ہے۔ اور مذہب ثانی کے تحت دلائل کی رو سے اس مذہب کی حقانیت ثابت کی گئی ہے۔

قربانی کی راتوں میں ذبح کا حکم:

قربانی کی راتوں میں جانور ذبح کرنا جائز، مکروہ یا ممنوع ہے اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، چنانچہ ابوحنیفہ، شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابوثور اور جمہور علماء رحمہم اللہ کا موقف ہے کہ ایام قربانی کی راتوں میں قربانیاں ذبح کرنا مع کراہت جائز ہیں اور مالک اصحاب مالک اور احمد سے منقول ہے کہ قربانی کی راتوں میں جانور ذبح کرنا جائز نہیں اور رات کے وقت ذبح شدہ جانور، کا گوشت کی بکری ہے (قربانی کے لیے کافی نہیں)

[نیل الأوطار: ۵/۱۳۳]

راجح موقف:

راجح موقف یہ ہے کہ ماسوائے دس ذوالحجہ کی رات کے قربانی کی راتوں میں قربانی کرنا جائز ہے کیونکہ عند الاطلاق دن میں رات شامل ہوتی ہے اور بلا تخصیص رات کا دن سے خارج کرنا درست نہیں۔

(۱) چنانچہ قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ قربانی کی راتوں میں قربانی کی ممانعت اور کراہت کا دعویٰ محتاج دلیل ہے (چنانچہ ممانعت و کراہت کی کوئی دلیل ثابت نہیں لہٰذا قربانی کی راتوں میں قربانی ذبح کرنا جائز ہے) اور حدیث الباب میں مذکور ایام قربانی کے ذکر سے اگرچہ ظاہری مفہوم سے ان دنوں کی راتوں کو دنوں سے خارج کیا جاتا ہے لیکن ایام کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ ایام سے دن اور رات دونوں مراد لیے جاتے ہیں۔

[نیل الأوطار : ۵/۱۳۳]

نیز رات کے وقت قربانی کرنے کی ممانعت کے متعلق آئندہ احادیث ضعیف ہے۔

ا۔ عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ:

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُضَحَّى لَيْلًا»

''بلا شبہ نبی ﷺ نے رات کے وقت قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

[طبرانی کبیر: ۱۱۲۹۶۔ ضعیف الجامع الصغیر: ۶۰۱۷۔ ضعیف جداً]

سلیمان بن سلمہ خبائری متروک ہے۔

۲۔ حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

((نَهَى عَنْ جَدَادِ اللَّيْلِ وَ حَصَادِ اللَّيْلِ وَالْأَضْحَى بِاللَّيْلِ))

''نبی ﷺ نے رات کے وقت فصل کی کٹائی سے اور رات کے وقت قربانی ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

[سنن بیهقی : ۲۹۰/۹۔ إسناده ضعيف و مرسل]

حدیث مرسل ہے اور اس میں حفص بن غیاث کی تدلیس ہے۔

قربانی کا افضل دن:

بلاشبہ دس ذوالحجہ کا دن قربانی کا افضل دن ہے، کیونکہ یہ عشرہ ذوالحجہ کے ابتدائی ایام میں داخل ہے۔ اور اعمال صالحہ کے حسن اور عنداللہ قبول ہونے کے اعتبار سے ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن باقی ایام سے افضل و برتر ہیں، نیز نبی ﷺ کا معمول بھی دس ذوالحجہ کو قربانی کرنا رہا ہے۔ لہٰذا دس ذوالحجہ کو جانور ذبح کرنا افضل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

دلائل:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَا الْعَمَلُ فِيْ أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلُ مِنْهَا فِيْ هٰذِهِ، قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ، قَالَ : وَلَا الْجِهَادُ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ))

''عشرہ ذوالحجہ کے اعمال سے باقی ایام کے اعمال افضل نہیں (یعنی دس ذوالحجہ

کے اعمال باقی دنوں کی نسبت افضل ہیں) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: '' (باقی ایام کا) جہاد بھی عشرہ ذوالحجہ سے افضل نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باقی ایام کا جہاد بھی عشرہ ذوالحجہ سے افضل نہیں، البتہ جو شخص (جہاد فی سبیل اللہ کے لیے) نکلے اور اپنی جان اور مال کی بازی لگا دے پھر (جان و مال میں سے) کسی چیز کے ساتھ نہ لوٹے (اس کا یہ عمل عشرہ ذوالحجہ کے مقابل اور باقی ایام کے اعمال سے افضل ہے)۔''

[صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق : ۹۶۹۔ سنن أبو داؤد، کتاب الصیام باب فی صوم العشر: ۲۴۳۸۔ جامع ترمذی، کتاب الصوم باب ماجاء فی العمل فی أیام العشر: ۷۵۷۔ سنن ابن ماجه، کتاب الصیام باب صیام العشر: ۱۷۲۷]

② عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ أَعْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللهِ يَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ »

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم ترین دن یوم نحر (دس ذوالحجہ) پھر دس ذوالحجہ سے اگلا دن (گیارہ ذوالحجہ) ہے۔''

[سنن أبو داؤد، کتاب المناسك، باب: ۱۷٦۵۔ مسند أحمد : ۳۵۰/۴۔ صحیح ابن خزیمه : ۲۹۱۷۔ مستدرك حاکم : ۲۲۱/۴۔ سنن بیهقی : ۲۴۱/۵۔ إسناده صحیح]

فقہ الحدیث:

۱۔ احادیث الباب دلیل ہیں کہ دس ذوالحجہ کے دن قربانی کرنا افضل ہے۔ کیونکہ دس ذوالحجہ کا دن عشرہ ذوالحجہ میں شامل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنوں سے عظیم ترین دن ہے۔ لہٰذا اسی دن کے جملہ اعمال صالحہ سمیت قربانی کرنا بھی افضل ہے۔

۲۔ دس ذوالحجہ کے بعد گیارہ ذوالحجہ کو قربانی کرنا افضل ہے۔

۳۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دس ذوالحجہ کے دن قربانی کرنا ثابت ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل

بھی دس ذوالحجہ کے دن قربانی کی فضیلت واستحباب پر دال ہے۔

ا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

((كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَ يَنْحَرُ بِالْمُصَلَّى))

''رسول اللہ ﷺ (عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ میں جانور ذبح کرتے تھے)۔''

[صحيح بخاری، كتاب الأضاحی، باب الأضاحی والنحر بالمصلى: ٥٥٥٢۔ سنن ابو داؤد، كتاب الضحايا، باب الإمام يذبح بالمصلى: ٢٨١١، سنن نسائی، ابواب صلاة العيدين، باب ذبح الإمام يوم العيد: ١٥٩٠، سنن ابن ماجه، كتاب الأضاحی، باب الذبح بالمصلى: ٣١٦١]

۲۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

((أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى لِلنَّاسِ يَوْمَ النَّحْرِ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ خُطْبَتِهِ وَ صَلَاتِهِ ضَحَّى بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ بِنَفْسِهِ))

''بے شک رسول اللہ ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن) لوگوں کو نماز (عید) پڑھائی، پھر جب خطبہ اور نماز سے فارغ ہوئے۔''

[مستدرك حاكم: ٢٢٩/٤۔ سنن بيهقی: ٢٦٤/٩۔ إسناده حسن۔ تو آپ ﷺ نے مینڈھا ذبح کیا اور اسے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔]

کیا چوتھے دن قربانی کرنا متروک سنت کو زندہ کرنا ہے:

بعض لوگ قصداً قربانی میں تاخیر کر کے تیرہ ذوالحجہ کو ذبح کرتے ہیں اور تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ چونکہ یہ دن بھی ایام قربانی میں شامل ہے اور اس دن لوگوں نے قربانی ترک کر دی ہے، لہٰذا ہم یہ عمل سنت متروکہ کے احیاء کی خاطر کرتے ہیں، لیکن چوتھے دن قربانی کرنا سنت سے ثابت ہی نہیں تو متروکہ سنت کیسے ہوئی، بلکہ ایام قربانی تین (۱۰، ۱۱، ۱۲) ذوالحجہ ہیں۔

تیرہ ذوالحجہ کا دن ایام قربانی میں شامل ہی نہیں، جیسا کہ اس کی مفصل وضاحت، (بعنوان: ایام قربانی کا بیان) میں بیان ہوئی ہے۔

قربانی کا ابتدائی وقت:

قربانی کا ابتدائی وقت نماز عید کے بعد ہے۔ نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد قربانی مشروع ہے اور قبل از نماز عید قربانی کرنا ممنوع ہے، پھر نماز عید سے قبل قربانی کرنے سے قربانی قبول نہیں ہوتی ہے، دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ هَذَا فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَ مَنْ نَحَرَ فَإِنَّمَا يُقَدِّمُهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ »

''بلاشبہ! ہم اپنے اس دن (عید الاضحیٰ کو) سب سے پہلے جس کام سے آغاز کریں گے، وہ نماز پڑھنا ہے، پھر ہم واپس لوٹ کر قربانی کریں گے۔ چنانچہ جس نے یہ عمل کیا اس نے ہماری سنت اختیار کی اور جس نے (نماز عید قبل) جانور ذبح کیا، وہ محض اپنے گھر والوں کو (وقت سے پہلے) عید گوشت پیش کرتا ہے اس کی قربانی نہیں ہوگی۔''

[صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب الذبح بعد الصلاة: ۵۵٦۰۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتھا : ۱۹٦۱۔ سنن أبو داوٗد، کتاب الضحایا، باب ما یجوز من الضحایا : ۲۸۰۰]

۲۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَوَجَّهَ قِبْلَتَنَا، وَ نَسَكَ نُسُكَنَا، فَلَا يَذْبَحْ حَتَّى يُصَلِّيَ »

''جس نے ہماری نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا اور ہماری قربانی کی تو وہ نماز پڑھنے سے قبل جانور ذبح نہ کرے۔''

[صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب من ذبح قبل الصلاة أعاد : ٥٥٦٣۔
صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها: ١٩٦١]

۳۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهِ، وَ مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَ أَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ »

”جس نے نمازعید سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کیا اس نے محض اپنی خاطر جانور ذبح کیا اور جس نے نمازعید کے بعد (جانور) ذبح کیا اس کی قربانی انجام پائی اور اس نے مسلمانوں کی سنت اختیار کی۔“

[صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب سنة الأضحیه : ٥٥٤٦۔ سنن بیهقی: ۹/۲۷۲]

فوائد:

۱۔ ابن بطال بیان کرتے ہیں (احادیث الباب دلیل ہیں کہ) قربانی کو نمازعید کے بعد ذبح کرنا مسنون ہے۔

[شرح ابن بطال: ۱۱/۲۰]

۲۔ جو شخص نمازعید سے پہلے جانور ذبح کر لے اس کی قربانی قبول نہیں ہوگی، قربانی محض اس شخص کی قبول ہوتی ہے جو نمازعید کے بعد جانور ذبح کرلے۔

۳۔ قربانی کا جانور نمازعید سے قبل ذبح کرنا ممنوع اور سنت نبوی اور مسلمانوں کے طریقے کے خلاف عمل ہے، لہذا اس سے گریز کیا جائے۔

نمازعید سے قبل قربانی ذبح کرنے کا کفارہ:

”جو شخص نمازعید سے قبل قربانی ذبح کر لے، اس پر اس کے عوض اور جانور ذبح کرنا لازم ہے“

۱۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ »

”جو شخص نماز (عید) سے قبل (قربانی) ذبح کر لے وہ دوبارہ قربانی کرے۔“

[صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب من ذبح قبل الصلاۃ أعاد : ۵۵۶۱۔ صحیح مسلم، کتاب الأضحی، باب وقتها : ۱۹۶۲]

۲۔ جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ضَحَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَضْحَاةً ذَاتَ يَوْمٍ فَإِذَا أُنَاسٌ قَدْ ذَبَحُوْا ضَحَايَاهُمْ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَآهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ قَدْ ذَبَحُوْا قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَالَ : مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَىٰ وَمَنْ كَانَ لَمْ يَذْبَحْ حَتّٰى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ »

”ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک روز (روز عید) قربانیاں ذبح کیں تو ناگہاں کچھ لوگ نماز (عید) سے قبل اپنی قربانیاں ذبح کر چکے تھے، پھر جب (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید سے واپس) پلٹے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ نماز سے پہلے (قربانیاں) ذبح کر چکے ہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز سے قبل قربانی ذبح کی ہے وہ اس کی جگہ اور قربانی ذبح کرے اور جس نے ہمارے نماز پڑھنے تک قربانی نہیں کی وہ اللہ کا نام لے کر قربانی ذبح کرے۔“

[صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلیذبح علی اسم اللہ : ۵۵۰۰۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها : ۱۹۶۰۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب ذبح الضحیة، قبل الإمام : ۴۴۰۳]

۳۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ:

« ذَبَحَ أَبُوْ بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَبْدِلْهَا»

"ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے قبل قربانی ذبح کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم کیا کہ اس کے بدلے (اور) قربانی ذبح کرو۔"

[صحيح بخاری، كتاب الأضاحی، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی بردة : ضح بالجذع من المعز: ٥٥٥٧۔ صحيح مسلم، كتاب الأضاحی، باب وقتها: ١٩٦١، مسند احمد: ٣٠٢/٤۔ سنن بیهقی: ٢٧٧/٩]

فوائد:

احادیث الباب دلیل ہیں کہ نماز عید سے قبل قربانی ذبح کرنا ممنوع اور خلاف سنت فعل ہے، نیز اس فعل کی مخالفت کرنے والے پر دوبارہ قربانی کرنا لازم ہے، ابن بطال شارح صحیح بخاری بیان کرتے ہیں:

« وَ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ أَنَّ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَعَلَيْهِ الإِعَادَةُ، لِأَنَّهُ ذَبَحَ قَبْلَ وَقْتِهِ»

"علماء کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ جس نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کی اس پر دوبارہ قربانی کرنا لازم ہے، کیونکہ اس نے قربانی کے وقت سے پہلے جانور ذبح کیا ہے۔"

[شرح ابن بطال: ٢٠/١١]

٢۔ نماز عید کے بعد اور امام کے قربانی کرنے سے قبل قربانی کرنا جائز ہے۔ ابو حنیفہ، سفیان ثوری اور لیث بن سعد اسی مذہب کے قائل ہیں۔

[شرح ابن بطال: ٢٠/١١]

احادیث الباب اسی مؤقف کی تائید کرتی ہیں۔ نیز حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ (قربانی کا ابتدائی وقت کے تحت بیان کردہ حدیث براء بن عازب) دلیل ہے کہ قربانی کا وقت نماز عید ادا کرنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور امام کی قربانی ذبح کرنے تک قربانی مؤخر

کرنا صحت قربانی کے لیے مشروط نہیں۔

نیز! یہ عقلی دلیل بھی اسی مؤقف کی تائید کرتی ہے کہ اگر امام قربانی نہ کرے تو عوام الناس سے قربانی ذبح کرنے کی مشروعیت ساقط نہیں ہوتی پھر اگر امام نماز سے قبل قربانی ذبح کرے دے تو اسے یہ قربانی ناکافی ہو گی، سو معلوم ہوا کہ امام اور مقتدیان قربانی کے وقت میں یکساں حیثیت کے حامل ہیں۔

[فتح الباری : ۱۰/ ۲۸]

اور جس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ امام کی قربانی ذبح کرنے کے بعد قربانی کرنا شرط ہے۔ وہ خاصہ رسول ﷺ ہے، عام ائمہ اس حکم میں شامل نہیں یہ مفہوم نص حدیث سے عیاں ہے۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں:

« صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، فَتَقَدَّمَ رِجَالٌ فَنَحَرُوْا، وَ ظَنُّوْا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَحَرَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ نَحَرَ قَبْلَهُ، أَنْ يُعِيْدَ بِنَحْرٍ آخَرَ، وَلَا يَنْحَرُوْا حَتَّى يَنْحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »

"نبی ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن ہمیں نماز پڑھائی تو کچھ لوگوں نے پہلے جا کر قربانیاں ذبح کر لیں اور ان کا خیال تھا کہ نبی ﷺ جانور ذبح کر چکے ہیں، اس پر نبی ﷺ نے حکم دیا کہ جس نے آپ ﷺ سے پہلے قربانی کی ہے وہ ایک اور قربانی کرے اور جب تک نبی ﷺ قربانی ذبح نہ کریں لوگ قربانیاں ذبح نہ کریں۔

[صحیح مسلم، کتاب الأضحی، باب سن الأضاحیه : ۱۹۶٤۔ مسند أحمد : ۲/ ۲۹٤]

قربانی کو اچھے طریقے سے ذبح کرنا مستحب فعل ہے:

قربانی کو اچھے طریقے سے ذبح کرنا کہ جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو اور ذبح سے قبل چھری کو خوب تیز کرنا تاکہ آسانی سے جانور ذبح ہو جائے مستحب و مسنون فعل ہے۔

ا۔ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«ثِنْتَانِ حَفِظْتُهُمَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَ إِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ»

''رسول اللہ ﷺ سے میں نے دو خصلتیں یاد کی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے اچھا برتاؤ کرنا فرض قرار دیا ہے، چنانچہ جب تم (مقتول کو) قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب تم (جانور) ذبح کرو تو (ذبیحے کو) عمدہ طریقے سے ذبح کرو (تم ذبح سے قبل) چھری خوب تیز کر لو اور ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ۔''

[صحيح مسلم، كتاب الصيد و الذبائح، باب الامر باحسان الذبح والقتل: ١٩٥٥۔ سنن ابو داؤد، كتاب الضحايا، باب في النهى عن ان تصبر البهائم ٣٨١٤۔ جامع ترمذى، كتاب الديات باب ماجاء فى النهى عن المثلة ١٤٠٩۔ سنن نسائى، كتاب الضحايا، باب الأمر بإحداد الشفرة: ٤٤١٠۔ سنن ابن ماجه، ابواب الذبائح، بان اذا ذبحتم فأحسنو الذبح: ٣١٧٠۔ مسند أحمد: ١٢٢/٤]

فقہ الحدیث:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ چھری تیز کرنے اور تیزی سے چھری پھیرنے سے ذبیحہ کو راحت پہنچائی جائے (کیونکہ کند چھری اور آہستہ چھری چلانا ذبیحہ کی تکلیف و تعذیب کا باعث بنتا ہے)۔

[شرح النووی ۱۳/۱۰۷]

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث الباب کی رو سے تیز چھری سے جانور ذبح کرنا مستحب فعل ہے۔

[المغنی مع الشرح الکبیر: ۱۱/۴۷]

③ رسول اللہ ﷺ کا قربانی ذبح کرنے سے قبل عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھری تیز کرنے کا حکم دینا بھی اس عمل کے استحباب پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے قربانی ذبح کرنے سے قبل عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا:

« هَلُمِّی الْمُدْيَةَ ثُمَّ قَالَ : اِشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ، فَفَعَلَتْ، ثُمَّ أَخَذَهَا وَ أَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ »

”چھری لاؤ! پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اسے پتھر پر تیز کرو، چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم کی تعمیل کی اور ازاں بعد آپ ﷺ نے مینڈھا پکڑ کر اسے لٹایا، پھر اسے ذبح کیا۔“

[صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة : ۱۹۶۷، سنن ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب مایستحب من الضحایا: ۲۷۹۲، صحیح ابن حبان: ۵۹۱۵، سنن بیهقی، ۹/۲۶۷]

جانور کے سامنے چھری تیز کرنا مکروہ فعل ہے:

جس جانور کو ذبح کرنا مقصود ہو ذبح کرنے سے قبل اس کے سامنے چھری تیز کرنا مکروہ فعل ہے، کیونکہ یہ عمل اس کی تکلیف کا باعث ہے، لہذا اس کو لٹانے سے قبل اس کی آنکھوں سے اوجھل چھری تیز کی جائے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان فرماتے ہیں:

« أَنَّ رَجُلاً أَضْجَعَ شَاةً يُرِيدُ أَنْ يَذْبَحَهَا وَهُوَ يَحِدُّ شَفْرَتَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتُرِيدُ أَنْ تُمِيتَهَا مَوْتَاتٍ، هَلَّا حَدَدْتَ

شَفْرَتَكَ قَبْلَ أَنْ تُضْجِعَهَا »

’’ایک آدمی نے بکری کو لٹایا، وہ اسے ذبح کرنا چاہتا تھا جب کہ وہ (اسے لٹا کر) چھری تیز کر رہا تھا، اس سے نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تو اسے کئی موتیں مارنا چاہتا ہے، تو نے اسے لٹانے سے قبل چھری تیز کیوں نہیں کی۔‘‘

[مستدرك حاكم : ٢٣١/٤۔ سنن بيهقي : ٢٨٠/٩۔ إسناده صحيح امام حاکم نے اسے نقل کرنے کے بعد اس حدیث کو صحیح قرار دیا ھے]

فقہ الحدیث:

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ذبح کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ مذبوح جانور کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے۔ [شرح النووی : ١٠٧/١٣]

ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں: جانور کے سامنے چھری تیز کرنا مکروہ فعل ہے۔
[المغنی مع الشرح الکبیر، ٤٧/١١]

کیا ذبیح کو دوسرے جانوروں سے چھپا کر ذبح کرنا چاہیے:

جانوروں کو ایک ساتھ یا ایک دوسرے کے سامنے ذبح کرنا جائز عمل ہے، عبد اللہ بن قرطبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« وَ قُرِّبَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٌ خَمْسٌ أَوْ سِتٌّ فَطَفِقْنَ يَزْدَلِفْنَ إِلَيْهِ بِأَيَّتِهِنَّ يَبْدَأُ »

[سنن أبو داود، كاتب المناسك، باب: ١٧٦٥۔ مسند أحمد : ٤ / ٣٥۔ صحيح ابن خزيمه : ٢٩١٧۔ مستدرك حاكم : ٤ / ٢٢١۔ سنن بيهقي : ٢٥/٥۔ إسناده صحيح]

’’یوم نحر) کو پانچ یا چھے اونٹ رسول اللہ ﷺ کے قریب کیے گئے (تا کہ آپ ﷺ انھیں ذبح کریں

) تو وہ اونٹ از خود آپ ﷺ کے قریب ہونے لگا کہ آپ ﷺ ان میں سے

کسے پہلے ذبح کرتے ہیں (یعنی ہر اونٹ کی خواہش تھی کہ اسے پہلے ذبح کیا جائے، پھر آپ ﷺ نے انہیں ذبح کیا)۔"

فقہ الحدیث:

یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی وغیر قربانی کے جانوروں کو ایک دوسرے کے سامنے ذبح کرنا جائز ہے اور یہ عمل مکروہ نہیں ہے، کیونکہ یہ عمل اگر جانوروں کی تکلیف و تعذیب کا باعث بنتا تو رحمۃ اللعالمین اسی عمل سے ضرور گریز کرتے، نیز جس روایت سے یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ ایک جانور کے سامنے دوسرا جانور ذبح کرنا مکروہ ہے، وہ روایت ضعیف ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں:

« أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِّ الشِّفَارِ وَ أَنْ تُوَارَى مِنَ الْبَهَائِمِ وَ قَالَ : إِذَا ذَبَحَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجْهِزْ »

"رسول اللہ ﷺ نے (ذبح سے قبل) چھری تیز کرنے اور ذبیحہ کو دوسرے جانوروں سے چھپا کر ذبح کرنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم ذبح کرو تو تیزی سے چھری چلاؤ۔"

[سنن ابن ماجه، كتاب ابواب الذبائح، باب إذا ذبحتم فأحسنو الذبح: ۳۱۷۲، مسند احمد، ۱۰۸/۲۔ طبرانی کبیر: ۱۲۹۶۶۔ سنن بیهقی : ۱۰/ ۴۳۰، اسناده ضیف : اس حدیث میں عبدالله بن لهیعه اور امام زهری کی تدلیس هے]

ذبح کے وقت ذبیحہ کا منہ قبلہ رخ کرنا:

ذبح کے وقت ذبیحہ کو قبلہ رخ کرنا اور آئندہ دعا کا اہتمام مسنون و مستحب فعل ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مُوْجَئَيْنِ فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ : إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ

وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَ بِذَلِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ أُمَّتِهِ بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ ذَبَحَ»

''نبی ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن سینگوں والے دو خصی مینڈھے ذبح کیے پھر جب انہیں قبلہ رخ کیا تو یہ کلمات کہے: میں نے اپنا رخ یکسو ہو کر اس ذات کی طرف متوجہ کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکین سے نہیں ہوں، بلاشبہ میری نماز، میری قربانی میرا جینا اور میرا مرنا، اللہ رب العالمین کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں میں اس بات کا حکم دیا گیا ہوں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں، اے اللہ! یہ قربانی تجھ سے ہے اور تیرے لیے محمد اور اس کی امت کی طرف سے ہے، اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے، پھر آپؐ نے (مذکورہ کلمات کے بعد ان مینڈھوں کو) کو ذبح کیا۔''

[سنن ابو داؤد، كتاب الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا: ٢٧٩٥۔ سنن ابن ماجه، ابواب الأضاحی، باب الأضاحی رسول الله ﷺ: ٣١٢١۔ مستدرک حاکم: ١/١٦٧۔ إسناده حسن]

فقہ الحدیث:

① جانور ذبح کرتے وقت اسے قبلہ رخ کرنا مستحب فعل ہے، ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ذبیحہ کو قبلہ رخ کرنا مستحب فعل ہے، لیکن اگر ذبح کے وقت صرف بسم اللہ پر اکتفاء کیا جائے اور جانور کو قبلہ رخ نہ کیا جائے تو یہ افضل فعل کو ترک کرنا ہے۔

قاسم بن محمد، نخعی، ثوری، سافعی اور ابن منذر اسی موقف کے قائل ہیں، اس کے برعکس ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن سیرین ایسا ذبیحہ کھانا مکروہ خیال کرتے تھے، جسے قبلہ رخ کر کے ذبح نہ

کیا گیا ہو، راجح مسئلہ یہ ہے کہ (جانور کو ذبح کے وقت قبلہ رخ کرنا مستحب فعل ہے واجب نہیں کیونکہ وجوب کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

[المغنی لابن قدامہ : ۱۸۲/۷]

② قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جانور کو ذبح کرتے وقت قبلہ رخ کر کے مذکورہ آیت اور ذکر کی تلاوت مستحب فعل ہے۔

[نیل الأوطارِ : ۱۲۹/۵]

اونٹ کے سوا قربانی کے دیگر جانوروں کو لٹا کر ذبح کرنا مستحب ہے:

اونٹ کے سوا گائے، بھیڑ اور بکری کو بائیں جانب لٹا کر ذبح کرنا مسنون فعل ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری پکڑی:

« وَ أَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ »

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ذبح کیا۔''

[صحیح مسلم : ۱۹۶۷۔ سنن ابو داؤد: ۲۷۹۲۔ صحیح ابن حبان: ۵۹۱۵۔ سنن بیہقی : ۲۸۶/۹]

فقہ الحدیث:

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

« وَ فِيهِ اسْتِحْبَابُ إِضْجَاعِ الْغَنَمِ فِي الذَّبْحِ، وَ أَنَّهَا لَا تُذْبَحُ قَائِمَةً وَلَا بَارِكَةً، بَلْ مُضْجَعَةً لِأَنَّهُ أَرْفَقُ بِهَا، وَ بِهٰذَا جَاءَتِ الْأَحَادِيثُ وَ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ، وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ وَ عَمَلُ الْمُسْلِمِينَ عَلَى أَنَّ إِضْجَاعَهَا يَكُونُ عَلَى جَانِبِهَا الْأَيْسَرِ لِأَنَّهُ أَسْهَلُ عَلَى الذَّابِحِ فِي أَخْذِ السِّكِّينِ بِالْيَمِينِ وَ إِمْسَاكِ رَأْسِهَا بِالْيَسَارِ »

''یہ حدیث دلیل ہے کہ ذبح کے وقت بھیڑ بکری کو لٹانا مستحب فعل ہے، اور بھیڑ

بکری کو کھڑے یا بٹھا کر ذبح نہ کیا جائے بلکہ اسے لٹا کر ذبح کرنا چاہیے، کیونکہ ذبح کا یہ طریقہ بھیڑ اور بکری کے لیے راحت بخش ہے۔"

[شرح النووی : ۱۲۲/۱۳ ـ نیل الاوطار: ۱۲۹/۵]

اس مفہوم کی کئی احادیث وارد ہوئی ہیں اور اہل اسلام کا بھی اس پر اجماع ثابت ہے، پھر اہل علم اور اہل اسلام کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ بھیڑ اور بکری کو ذبح کے وقت بائیں جانب لٹانا چاہیے اس لیے کہ اس طریقۂ ذبح سے ذبح کرنے والے کے لیے دایاں ہاتھ سے چھری پکڑنا اور بائیں ہاتھ سے جانور کا سر تھامنا آسان ہو جاتا ہے۔

ذبیحہ کے پہلو پر قدم رکھنا:

ذبح کرتے وقت ذبیحہ کے پہلو پر قدم رکھنا مستحب فعل ہے اور یہ عمل جانور کو قابو رکھنے اور اچھے طریقے سے ذبح کرنے میں ممد و معاون ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ:

« ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ، فَرَأَيْتُهُ وَاضِعًا قَدَمَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا »

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے مینڈھے ذبح کیے اور میں نے دیکھا کہ آپؐ نے اپنا قدم ان کے پہلوؤں پر رکھا تھا۔"

[صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب من ذبح الأضاحی بیده: ۵۰۵۸ـ
صحیح مسلمم کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة: ۱۹۶۶ـ
سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب وضع الرجل علی صفحة الضحیة: ۴۴۲۰ـ
سنن ابن ماجه، کتاب الأضاحی، باب أضاحی رسول الله ﷺ : ۳۱۲۰]

فقہ الحدیث:

بھیڑ اور بکری کو ذبح کرتے وقت اس کے پہلو پر قدم رکھنا مسنون فعل ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ عمل اس لیے کی تا کہ جانور کو مضبوطی سے قابو کیا جائے تا کہ چھری پھیرتے وقت ذبیحہ سر کو زیادہ نہ ہلائے اور ذبیحہ کے پھڑ پھڑانے سے مکمل ذبح کرنا مانع نہ ہو اور ذبح کرنے والے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

[شرح النووی : ۱۲۱/۱۳]

بسم اللہ پڑھ کر جانور ذبح کرنا:

قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت فقط بسم اللہ پڑھنا جائز و مسنون اور جانور ذبح کرتے وقت کم از کم بسم اللہ کہنا واجب ہے۔

جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ شَاةً مَكَانَهَا وَ مَنْ لَمْ يَكُنْ ذَبَحَ فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللهِ »

”جس نے نماز عید سے قبل (قربانی) ذبح کی ہے وہ اس کی جگہ (اور) بکری ذبح کرے، اور جس نے (نماز عید تک جانور) ذبح نہیں کیا وہ بسم اللہ کہہ کر جانور ذبح کرے۔“

[صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فلیذبح علی اسم اللہ: ۵۵۰۰، صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها: ۱۹۶۰، سنن نسائی، ۴۴۰۳، سنن ابن ماجہ: ۳۱۵۲]

فقہ الحدیث:

فلیذبح علی اسم اللہ سے مراد بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنا ہے اور اس کا یہی مفہوم راجح ہے۔ [شرح النووی: ۱۱۱/۳]

اور امر وجوب کے لیے ہے، لہٰذا جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ نیز قربانی ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی فعل بھی ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا بیان

کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قربانی کا میڈھا ذبح کرنے لگے تو آپ ﷺ نے کہا:

« بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ، تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ، وَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ ضَحّٰى »

"بسم اللہ (اللہ کے نام سے) اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما! پھر آپ ﷺ نے (جانور) ذبح کیا۔"

[صحیح مسلم: ۱۹٦۷۔ سنن أبو داود، ۲۷۹۲۔ مسند أحمد: ۷۸/٦۔ سنن بیهقی: ۹/۲٦۷]

جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر پڑھنا:

جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر پڑھنا مستحب فعل ہے کیونکہ جانور ذبح کرتے وقت ان کلمات کا پڑھنا بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ضَحّٰى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ يُسَمِّي وَ يُكَبِّرُ »

"نبی ﷺ نے دو مینڈھے ذبح کیے (اور آپ ﷺ انھیں ذبح کرتے وقت) بسم اللہ واللہ اکبر کہتے تھے۔"

[صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب السؤال بأسماء الله: ۷۳۹۹۔ صحیح مسلم کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة: ۱۹٦٦]

فقہ الحدیث:

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی اور دیگر جانوروں کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہنا ثابت ہے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

نیز جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر کہنا مستحب فعل ہے۔

[شرح النووی، ۱۳/۱۲۱، نیل الاوطار، ۵/۱۲۹]

قربانی ذبح کرتے وقت اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلُ مِنِّیُ اور اَللّٰهُمَّ مِنكَ وَلَكَ عَنُ فُلَانٍ کہنا:

قربانی ذبح کرتے وقت صاحب قربانی کا نام لینا اور مذکورہ کلمات کہنا مستحب ہیں یا مکروہ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

جمہور علماء قربانی ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر کے ساتھ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلُ مِنِّیُ (اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے قبول فرما) اور اَللّٰهُمَّ مِنكَ وَ لَكَ عَنُ فُلَانٍ یہ قربانی میری طرف سے اور تیرے لیے ہے فلاں شخص کی طرف سے) کہنا مستحب عمل ہے۔

شافعیہ: حسن بصری اور جمہور علماء کا یہی مؤقف ہے۔

ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مؤقف: ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ کے علاوہ کوئی اور ذکر یا اللہ کے سوا کسی اور کا نام لینا (خواہ قربانی کرنے والا شخص ہی کیوں نہ ہو)

مکروہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ (جس جانور پہ غیر اللہ کا نام پکارا جائے وہ حرام ہے)

[البقرة: ۲۷۳]

امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک:

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ قربانی ذبح کرتے وقت اَللّٰهُمَّ مِنكَ وَلَكَ کہنا مکروہ فعل اور بدعت ہے۔

[شرح النووی: ۱۲۲/۱۳۔ المغنی مع الشرح الکبیر: ۱۱۸/۱۱]

راجح مذہب:

اس مسئلہ میں جمہور علماء کا مذہب راجح ہے اور اس کے اقرب الی الصواب ہونے کے دلائل حسب ذیل ہیں:

ا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈھا ذبح کرتے وقت یہ کلمات کہے:

«اَللّٰھُمَّ تَقبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ»

”اے اللہ! محمد آل محمد اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قبول فرما!“

[صحيح مسلم : ١٩٦٧ـ سنن ابو داؤد، ٢٧٩٢، مسند أحمد، ٧٨/٦ـ سنن بيهقى : ٢٦٧/٩]

فقہ الحدیث:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« فِيهِ دَلِيلٌ لِاسْتِحْبَابِ قَوْلِ الْمُضَحِّى حَالَ الذَّبحِ مَعَ التَّسمِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ اَللّٰهُمَّ تقبَّلْ مِنِّیْ، قَالَ أَصْحَابُنَا : وَيُسْتَحَبُّ مَعَهُ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ إِلَيْكَ تقبَّلْ مِنِّیْ»

”یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کرنے والے کا جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر، کے ساتھ ”اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ“ کہنا مستحب فعل ہے اور ہمارے اصحاب (شافعیہ) کہتے ہیں کہ بسم اللہ واللہ اکبر کے ساتھ اَللّٰھُمَّ مِنْكَ وَ إِلَيْكَ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کہنا بھی مستحب ہے۔“

[شرح النووى : ١٢٢/١٣]

② جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید قربان کے دن دو چتکبرے سینگوں والے دو خصی مینڈھے ذبح کیے اور جب انہیں قبلہ رخ کیا تو یہ کلمات کہے:

« إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْيَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَ

أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ أُمَّتِهِ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ»

[سنن ابو داؤد: ٢٧٩٥ـ سنن ابن ماجه: ٣١٢١ـ مستدرك حاكم: ١/ ١٦٧ـ صحيح ابن خزيمه: ٢٨٩٩ـ إسناده حسن]

فقہ الحدیث:

قربانی ذبح کرنے سے قبل مذکورہ کلمات پڑھنا اور اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ فُلَانٍ کہنا مشروع ومستحب ہے اور امام نووی رحمہ اللہ اور ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ نے بھی جمہور علماء کے موقف کو راجح قرار دیا ہے۔

[شرح النووى، ١٣/ ١٢٢، المغنى مع الشرح الكبير: ١١/ ١١٢٨]

نیز ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ مذکورہ احادیث کو نقل کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں کہ احادیث الباب مذکورہ عمل کے استحباب کی ایسی واضح نص ہیں جس مین اختلاف رائے کی کوئی گنجائش نہیں۔

[المغنى مع الشرح الكبير: ١١/ ١١٨]

اونٹ کو نحر کرنا افضل ہے:

باقی جانوروں کو لٹا کر ذبح کرنا اور اونٹ کے بائیں گھٹنے کو باندھ کر کھڑے نحر کرنا افضل ومستحب عمل ہے، دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ﴾ [الحج: ٣٦]

”اور قربانی کے اونٹ ہم نے تمھارے لیے نشانیاں مقرر کی ہیں تمہارے لیے ان میں بہت بھلائی ہے سو ان پر اللہ کا نام (یعنی ذبح کرو) اس حال میں کہ گھٹنا

بندھے کھڑے ہوں، بایاں گھٹنا بندھا اور تین ٹانگوں پہ کھڑے ہوں۔"

فقہ التفسیر:

① عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ﴿صَوَافَّ﴾ کی تفسیر قیاماً ہے (یعنی اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرو)۔

[صحیح بخاری، کتاب الحج، باب نحر لابدن قائمًا]

② مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ﴿صَوَافَّ﴾ کی تفسیر یوں بیان فرمائی:

« مَعْقُولَةٌ إِحدَى يَدَيهَا، قَائِمَةٌ عَلَى ثَلَاثِ قَوائِمَ »

نحر کے وقت اونٹ کی ایک (بائیں) ٹانگ بندھی ہو اور وہ تین ٹانگوں پر کھڑا ہو۔

[تفسیر طبری: ۱۸/۶۳۲] اسناده حسن]

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ سَبعَ بُدْنٍ قِيَاماً »

"نبی ﷺ نے سات اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کیے کہ وہ کھڑے تھے۔"

[صحیح بخاری، کتاب الحج، باب من نحر هدية بيده : ۱۷۱۲۔ سنن ابو داؤد، کتاب المناسك، بان فى الاقران: ۱۷۹٦]

۳۔ زیاد بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« رَأَيتُ ابنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا أَتَى عَلَى رَجُلٍ قَدْ أَنَاخَ بَدَنَتَهُ يَنحَرُهَا، قَالَ : ابعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً، سُنَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ »

"میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا، وہ ایک آدمی کے پاس آئے جو اپنے اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اسے کھڑا کر کہ اس کا ایک گھٹنا بندھا ہو، محمد ﷺ کی سنت یہ ہے۔"

[صحیح بخاری، کتاب الحج، باب نحر الإبل مقیدة : ۱۷۱۳۔ صحیح مسلم،

كتاب الحج، باب استحباب نحر الابل : ١٣٢ـ سنن ابو داود، كتاب المناسك، باب كيف تنحر البدن: ١٧٦٨ـ مسند أحمد : ٢/ ١٣٩]

فوائد:

۱۔ امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اونٹ کو تین ٹانگوں پر کھڑا کر کے اور بایاں گھٹنا باندھ کر نحر کرنا مستحب ہے، شافعی، مالک، احمد اور جمہور علماء کا یہی موقف ہے۔ ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کہتے ہیں کہ اونٹ کو کھڑا کر کے اور بٹھا کر نحر کرنے کی فضیلت برابر ہے، لیکن (مؤخر الذکر دونوں طریقے) خلاف سنت ہیں۔

[شرح النووی: ٩/ ٦٩ـ ٧٠]

۲۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ صفت (تینوں ٹانگوں پر کھڑا کر کے اور بایاں گھٹنا باندھ کر)اونٹ کو نحر کرنا افضل ہے اور جاہل کو سنت کی تعلیم دینا اور اور خلاف سنت فعل پر خاموش نہ رہنا مستحب فعل ہے اگرچہ خلاف سنت کام پر خاموشی اختیار کرنا مباح ہے۔

[فتح الباری: ٣/ ٦٩٩]

نحر کرنے کا مسنون طریقہ:

ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" وَالسُّنة نَحرُ الإِبلِ قَائِمَةً مَعقُولَةً يَدُهَا اليُسرَى، فَيَضرِبُهَا بِالحَربَةِ فِي الوَهدَةِ الَّتِي بَينَ أَصلِ العُنُقِ وَالصَّدرِ "

"اونٹ کو نحر کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نحر کے وقت اونٹ کھڑا ہو اور بایاں بازو بندھا ہوا ہو، پھر نحر کرنے والا اس کے گردن اور سینے کے درمیان گڑھے میں نیزہ مارے۔"

یہ نحر کا مسنون طریقہ ہے اور مالک، شافعی، اسحاق اور اہل منذر نے اس طریقہ کو مستحب

قرار دیا ہے۔

[المغنی لابن قدامہ: ۱۸۱/۷]

ضعیف حدیث کا بیان:

آئندہ حدیث اونٹ کے نحر کے استحباب کے متعلق بیان کی جاتی ہے، لیکن یہ روایت اسناد کے لحاظ سے کمزور ہے، لہٰذا مذکورہ بالا صحیح دلائل جو اونٹ کے نحر کے کی افضلیت پر دال ہیں، انہیں ہی بیان کرنا کافی اور بہتر ہے، جابر اور عبدالرحمٰن بن سابط بیان کرتے ہیں کہ:

«أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ أَصْحَابَهُ كَانُوا یَنْحَرُوْنَ الْبُدْنَةَ مَعْقُوْلَةَ الْیُسْرَی قَائِمَةً عَلَی مَا بَقِیَ مِنْ قَوَائِمِهَا»

اس حدیث میں عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج کی تدلیس اور ارسال اور ابو زبیر مکی کی تدلیس ہے۔

”بلا شبہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ اونٹ کو اس حالت میں نحر کرتے تھے کہ اس کا بایاں بازو بندھا ہوتا اور وہ تینوں ٹانگوں پر کھڑا ہوتا“۔

[سنن ابو داؤد، کتاب المناسك، باب کیف تنحر البدن: ۱۷۶۷، سنن بیهقی: ۲۳۷/۵۔۲۳۸۔ اسنادہ ضعیف، اس حدیث میں عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج کی تدلیس اور ارسال اور ابو زبیر مکی کی تدلیس ہے]

قربانی کا جانور خود ذبح کرنا افضل ہے:

اپنے ہاتھ سے قربانی ذبح کرنا افضل ہے، کیونکہ نبی ﷺ کا اکثر یہی معمول رہا ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ضَحَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَیْنِ أَمْلَحَیْنِ أَقْرَنَیْنِ، ذَبَحَهُمَا بِیَدِهِ»

”نبی کریم ﷺ نے سینگوں والے، دو چتکبرے مینڈھے ذبح کیے اور آپ انہیں

اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔"

[صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب التکبیر عند الذبح : ٥٥٦٥]

فقہ الحدیث:

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ، فِيهِ أَنْ يُسْتَحَبَّ أَنْ يَتَوَلَّى الْإِنْسَانُ ذَبْحَ أُضْحِيَتِهِ بِنَفْسِهِ وَلَا يُوَكِّلَ فِي ذَبْحِهَا إِلَّا بِعُذْرٍ »

"ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں مینڈھے اپنے ہاتھ سے ذبح کیے) یہ الفاظ دلیل ہیں کہ انسان کا اپنی قربانی خود ذبح کرنا اور بلا عذر کسی اور کو قربانی کو نگران مقرر نہ کرنا مستحب فعل ہے۔"

[شرح النووی : ١٣/١٢٠]

ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کا بیان ہے، قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے موقع پر دو چتکبرے سینگوں والے مینڈھے اپنے ہاتھ سے ذبح کیے نیز حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کیے تھے اور یہ عمل اس لیے بھی افضل ہے کہ یہ فعل تقرب الٰہی کا باعث ہے اور ایسا فعل جو قربت الٰہی کا سبب ہو اس میں نائب مقرر کرنے کے بجائے اسے خود سر انجام دینا بہتر ہے۔

[المغنی مع الشرح الکبیر: ١١/١١٧]

قربانی ذبح کرتے وقت تعاون لینا:

قربانی ذبح کرتے وقت دوسرے شخص سے تعاون لینا جائز و مباح ہے،

ابو الخیر مصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا:

« أَنَّهُ أَضْجَعَ أُضْحِيَتَهُ لِيَذْبَحَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلرَّجُلِ: أَعِنِّي عَلَى ضَحِيَّتِي فَأَعَانَهُ »

"بلاشبہ آپ ﷺ نے ذبح کرنے کے لیے اپنی قربانی لٹائی تو رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کہا: میری مدد کیجیے تو اس نے آپ ﷺ کی مدد کی۔"

[مسند أحمد : ٥/٣٧٣، إسناده صحيح]

حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۲۵/۱۰) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

قربانی ذبح کرنے میں نائب بننا اور نائب بنانا:

اپنے علاوہ کسی دوسرے شخص کی قربانی کرنا اور کسی اور سے قربانی ذبح کرانا دونوں صورتیں جائز ومباح ہیں، دلائل حسب ذیل ہیں۔

① سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« وَ ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ »

"اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی۔"

[صحيح بخاري: ٥٥٥٩۔ صحيح مسلم : ١٣١١]

② جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے حج کے احوال بیان کرتے ہیں کہ:

« ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمَنْحَرِ، فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَ سِتِّيْنَ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَعْطَى عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ »

"پھر آپ ﷺ نے قربان گاہ کا رخ کیا اور اپنے ہاتھ سے تریسٹھ اونٹ نحر کیے، پھر علی رضی اللہ عنہ کو (چھری) دی اور انھوں نے باقی ماندہ (۳۷ اونٹ) نحر کیے۔"

[صحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ : ١٢١٨۔ سنن أبو داؤد، كتاب المناسك، باب صفة حجة النبي ﷺ : ١٩٠٥۔ سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب حجة الرسول ﷺ : ٣٠٧٤]

فوائد:

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اپنی قربانی آپ ذبح کرنا مستحب فعل ہے اور بلا عذر

کسی دوسرے شخص کو قربانی ذبح کرنے کا نائب مقرر نہیں کرنا چاہے، لیکن اگر کسی مسلمان سے قربانی ذبح کرائی جائے تو بالاجماع یہ عمل جائز ہے اور اہل کتاب کے کسی شخص سے قربانی ذبح کرانا مکروہ تنزیہی ہے، لیکن اس کے ذبح کرنے سے قربانی کفایت کرتی ہے اور صاحب قربانی کی قربانی واقع ہو جاتی ہے مالک کے سوا شافعیہ اور تمام علماء کا یہی موقف ہے۔

[شرح النووی: ۱۳/ ۱۲۰]

۳۔ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''قربانی ذبح کرنے میں نائب بنانا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر تریسٹھ اونٹ نحر کرنے کے بعد باقی اونٹوں کے لیے نائب طلب کیا تھا۔''

[المغنی مع الشرح الکبیر : ۱۱/ ۱۱۷]

کیا عورت قربانی کا جانور ذبح کرسکتی ہے؟

اگر عورت ذبح کرنے میں مہارت رکھتی ہے تو عورت کے لیے قربانی کا جانور ذبح کرنا جائز ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے باب (مَنُ ذَبَحَ ضِحِيَّةَ غَيْرِهِ) کے تحت بیان کیا کہ:

((وَأَمَرَ أَبَا مُوسٰى بَنَاتِه أَنُ يُّضَحِّيْنَ بِأَيْدِيهِنَّ))

[صحیح بخاری، قبل الحدیث : ۵۵۵۹، یہ روایت، معلق ہے اور مصنف عبدالرزاق: ۸۱۶۹]

''ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی قربانیاں خود ذبح کریں۔''

اور مستدرک حاکم میں متصل سند سے مروی ہے کہ:

((أَنَّ أَبَا مُوسٰى كَانَ يَأْمُرُ بَنَاتِهِ أَنُ يَذْبَحْنَ نَسَائِكَهُنَّ بِأَيْدِيهِنَّ))

''ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو حکم کیا کرتے تھے کہ وہ اپنی قربانیاں اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مستدرک حاکم میں واقع اس امر کی سند صحیح ہے۔

[فتح الباری: ۱۰/ ۲۵]

فقہ الحدیث:

ابن تین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے کہ عورت (قربانی) ذبح کر سکتی ہے۔

[فتح الباری ۱۰/۲۵]

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ اس اثر کی شرح بیان کرتے ہیں کہ:

«وَ فِيهِ أَنَّ ذَبحَ النِّسَاءِ نَسَائِكَهُنَّ يَجُوزُ إِذَا كُنَّ يُحسِنَّ الذَّبحَ»

"اس اثر میں دلیل ہے کہ عورتیں اپنی قربانیاں خود ذبح کر سکتی ہیں بشرطیکہ وہ ذبح کرنے میں مہارت رکھتی ہوئی۔"

[عمدۃ الباری: ۲۱/۱۵۵]

۲۔ آئندہ حدیث بھی واضح دلیل ہے کہ عورت جانور ذبح کر سکتی ہے اور عورت کے ذبیحے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں کعب بن مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ امرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَأَمَرَ بِأَكلِهَا»

"بے شک ایک عورت نے پتھر کے ساتھ بکری ذبح کی اور نبی ﷺ سے اس (کی علت) کے بارے میں سوال ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے کا حکم دیا۔"

[صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب ذبیحة المرأة والأمة : ۵۵۰۴]

فقہ الحدیث:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«فِيهِ جَوَازُ أَكلِ مَا ذَبَحَتهُ المَرأَةُ سَوَاءٌ كَانَتْ حُرَّةً أَوْ أَمَةً، كَبِيرَةً أَوْ صَغِيرَةً مُسلِمَةً أَوْ كِتَابِيَّةً، طَاهِرًا أَوْ غَيرَ طَاهِرٍ، لِأَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ

وَسَلَّمَ أَمَرَ بِأَكُلِ مَا ذَبَحَتُهُ وَ لَمُ يُسْتَفُصَلُ، نَصَّ عَلَى ذٰلِكَ الشَّافِعِيُّ وَهُوَ قَوُلُ الْجَمُهُورِ»

''اس میں بیان ہے کہ عورت جو جانور ذبحہ کرے اسے کھانا جائز ہے، خواہ ذبح کرنے والی عورت آزاد ہو یا باندی، بڑھی عمر کی ہو یا چھوٹی عمر کی، مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہو، طاہر ہو یا غیر طاہر، (عورت کا ذبیحہ حلال اور اسے کھانا جائز ہے) کیونکہ آپ ﷺ نے اس جانور کو کھانے کا حکم دیا جسے عورت نے ذبح کیا تھا اور آپ ﷺ سے تفصیل طلب نہیں کی گئی. (کہ کسی عورت کا ذبیحہ جائز اور کسی کا ناجائز ہے) نیز آپ ﷺ کا عورت کے ذبیحہ کھانے کا حکم مطلق جواز کی دلیل ہے)''

شافعی نے اس (عورت کے ذبیحہ کے حلال و جائز ہونے) پر نص بیان کی اور جمہور علماء کا بھی یہی موقف ہے)۔

[فتح الباری: ۷۸/۹، ۷۸٤]

جو شخص خود قربانی ذبح نہ کرے اس کا ذبح کے وقت وہاں ہونا لازم ہے؟

جو شخص خود قربانی ذبح نہ کرے اس کا ذبح کے وقت وہاں حاضر ہونا لازم نہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی تو گائے ذبح کرتے وقت ازواج مطہرات وہاں موجود نہیں تھیں، بلکہ انھیں قربانی کا گوشت ملنے پر اس قربانی کی اطلاع موصول ہوئی۔ (صحیح بخاری: ۵۵۴۸) نیز جن روایات میں قربانی کے وقت حاضر ہونے کا حکم وہ روایات ضعیف و ناقابل حجت ہیں۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« يَا فَاطِمَةُ ! قُومِي إِلَى أُضُحِيَتِكَ فَاشُهَدِيهَا، فَإِنَّهُ يُغُفَرُلَكِ عِنُدَ أَوَّلِ

قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا كُلُّ ذَنْبٍ عَمِلْتِيهِ»

''اے فاطمہ! اپنی قربانی کی طرف اٹھو اور اس کے ذبح کے وقت حاضری دو کیونکہ (اس عمل سے) اس کے پہلے قطرہ خون گرنے پہ تیرے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے، جو تو نے کیے ہیں۔''

[مستدرك حاكم: ٢٢٢/٤ـ طبراني كبير: ١٥٠٠٢ـ طبراني أوسط: ٢٦٠٩ـ سنن بيهقي: ٢٨٣/٩ـ إسناده ضعيف جداً] نضر بن اسماعیل بجلی ضعیف اور ثابت بن ابی صفیہ، ابوحمزہ ثمالی سخت ضعیف راوی ہیں۔

یہی روایت (مستدرک حاکم: ۲۲۲/۴، مسند بزار: ۱۲۰۲، سنن بیہقی: ۲۸۳/۹) میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس کی سند بھی ضعیف ہے اس میں (ابوداؤد بن عبدالحمید ضعیف اور عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی متروک راوی ہے)۔

اور یہ روایت مصنف عبدالرزاق: ۸۱۶۸ میں زہری سے مروی ہے اور اس کی سند بھی انتہائی ضعیف ہے، اس میں عبداللہ بن محرر متروک اور زہری کا ارسال ہے۔

عید گاہ میں قربانی ذبح کرنا:

عید گاہ میں قربانی ذبح کرنا مستحب فعل ہے دلائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

« كَانَ عَبْدُ اللهِ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ، قَالَ عُبَيْدُ اللهِ يَعْنِي مَنْحَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قربانی قربان گاہ میں یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربان گاہ (عید گاہ) میں ذبح کرتے تھے۔''

[صحيح بخاري، كتاب الأضاحي، باب الأضحى والنحر بالمصلى: ٥٥٥١ـ سنن بيهقي: ٢٤٠/٥]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَ يَنْحَرُ بَالْمُصَلّٰى »

''رسول اللہ ﷺ عید گاہ میں (قربانی) ذبح اور نحر کرتے تھے۔''

[صحيح بخاری، كتاب الأضاحی، باب الأضحى والنحر بالمصلى : ٥٥٥٢۔ سنن أبو داؤد، كتاب الضحايا، باب الإمام يذبح بالمصلى: ٤٣٧١۔ سنن ابن ماجه، كتاب الأضاحی باب الذبح بالمصلى : ٣١٦١]

فقہ الحدیث:

(یہ احادیث دلیل ہیں کہ) عید گاہ میں قربانی ذبح اور نحر کرنا مستحب ہے اور عید گاہ میں قربانی ذبح کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ذبح کا عمل فقراء کے سامنے ہو اور وہ قربانی کا گوشت حاصل کر سکیں۔

[نیل الاوطار: ١٢٩/٥]

قربانی کے گوشت کا مصرف:

قربانی کا گوشت خود کھانا، عزیز و اقارب کو کھلانا، صدقہ کرنا، ذخیرہ کرنا اور زادِ راہ بنانا جائز و مباح ہے ان تمام صورتوں کے جواز کے دلائل درج ذیل ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ﴾

''اور قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے مقرر کیے ہیں تمہارے لیے ان میں بڑی خیر ہے، سو تم ان پر اللہ کا نام لو حالانکہ ایک پاؤں سے بندھے اور تین پاؤں پر کھڑے ہوں، پھر جب ان کے پہلو گر پڑیں تو ان سے کچھ کھاؤ اور قناعت کرنے اور مانگنے والوں کو بھی کھلاؤ۔'' [الحج : ٣٦]

۲۔ اللہ تعالیٰ قربانی کے جانوروں کے گوشت کی تقسیم کے متعلق دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ فَكُلُوا مِنهَا وَ اَطعِمُوا البَآئِسَ الفَقِيرَ ﴾ [الحج: ۲۸]

''سو تم اس سے کچھ کھاؤ اور تنگ دست فقیر کو کھلاؤ۔''

۳۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے قربانی کے گوشت کے متعلق فرمایا:

((كُلُوا وَ أَطعِمُوا وَادَّخِرُوا))

''قربانی کا گوشت کھاؤ، کھلاؤ، اور ذخیرہ کرو۔''

[صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب ما یؤکل من لحوم الأضاحی: ۵۵۶۹۔ صحیح مسلم کتاب الأضاحی، باب بیان ما کان من النهی عن أکل لحوم الأضاحی بعد ثلاث فی أول الاسلام: ۱۹۷۴]

۴۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استفسار پر کہ تین دن سے زائد قربانیوں کے گوشت ذخیرہ کرنا جائز ہے فرمایا:

((إِنَّمَا نَهَيتُكُم مِن أَجلِ الدَّافَّةِ الَّتِى دَفَّتْ عَلَيكُم، فَكُلُوا وَ تَصَدَّقُوا وَادَّخِرُوا))

''میں نے تو تمھیں (قربانیوں کا گوشت تین سے زائد ذخیرہ کرنے) نادار لوگوں کی مفلوک الحالی، کی وجہ سے منع کیا تھا سو اب تم قربانیوں کو گوشت کھاؤ، صدقہ کرو اور ذخیرہ کرو۔''

[صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب ببیان ما کان من النهی عن أکل لحوم الأضاحی، بعد ثلاث : ۱۹۷۱۔ سنن أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب جنس لحوم الأضاحی، ۲۸۱۲۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب الادخار من الأضاحی : ۴۴۳۲]

فوائد:

مذکورہ دلائل کی رو سے قربانی کا گوشت خود کھانا، فقراء مساکین، اور عزیز و اقارب کو کھلانا، صدقہ کرنا اور ذخیرہ کرنا جائز و مباح ہے۔

صاحب قربانی پر گوشت کھانا واجب نہیں؟

قربانی کرنے والے پر قربانی کا گوشت کھانا واجب ہے یا مستحب اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض اہل علم (ابو طیب بن سلم وغیرہ) کے نزدیک قربانی کا گوشت کرنے والے پر قربانی کا گوشت کھانا واجب ہے، ان کے دلائل یہ آیات ہیں۔

﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ﴾

''سو تم اس سے کچھ کھاؤ اور تنگ دست فقیر کو کھلاؤ۔'' [الحج : ۲۸]

ارشاد ربانی ہے:

﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ﴾ [الحج : ۳۶]

''تم قربانیوں سے کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ۔''

قربانی کو گوشت کھانے والے وجوب کے قائلین کے نزدیک ان آیات میں قربانی سے کھانے کا حکم وجوب کے متقاضی ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک قربانی سے کھانا واجب ہے اور اس حکم کی وجہ سے تمام قربانی صدقہ کرنا نا جائز ہے۔

[المغنی مع الشرح الکبیر: ۸۱۱/۱۱]

راجح موقف:

قربانی کا گوشت کھانا جائز و مباح اور مستحب ہے واجب نہیں کیونکہ مفسرین کے نزدیک مذکورہ آیات میں قربانی سے کھانے کا حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ اباحت و استحباب کے لیے ہے۔

١۔ ابن جریر طبری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿ فَكُلُوْمِنْهَا ﴾

"قربانیوں سے کھاؤ۔"

یہاں قربانیوں سے کھانے کا حکم اباحت کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں۔

[تفسیر طبری : ١٨/ ٨١١]

٢۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بعض علماء نے ﴿ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴾ سے استدلال کیا ہے کہ قربانیوں کے گوشت سے کھانا واجب ہے یہ غریب وشاذ قول ہے اور اکثر علماء کا مذہب ہے کہ یہ حکم رخصت واستحباب کے لیے ہے (وجوب کے لیے نہیں)۔

[تفسیر ابن کثیر : ٣/ ٢٤٠]

٣۔ امام قرطبی رحمہ اللہ ﴿ فَكُلُوْمِنْهَا ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک یہاں امر استحباب کے لیے ہے اور ہدی اور قربانی سے کھانا اور اکثر گوشت صدقہ کرنا مستحب ہے نیز تمام قربانی صدقہ کرنا اور تمام گوشت کھانا بھی جائز ہے۔

[تفسیر قرطبی: ١٢/ ٤٤]

نیز حافظ ابن جوزی نے زاد المسیر (۴۲۶/۵) اور قاضی شوکانی رحمہ اللہ نے فتح القدیر، میں اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

۴۔ امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے واجب نہیں شافعیہ اور جمیع علماء کا بھی یہی موقف ہے، ماسوائے ابو طیب بن سلمہ کے کہ وہ وجوب کا قائل تھا۔

[شرح النووی: ١٣/ ١٣]

⑤ عبد اللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ یا سات اونٹ نحر کیے پھر جب وہ گر پڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ آواز سے بات کی، جسے میں سمجھ نہ سکا،

راوی نے پوچھا کہ آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟ تو عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ شَاءَ اقْتَطَعَ» ”جو چاہے (ان سے گوشت) کاٹ لے۔“

[سنن أبو داود : ۱۷۶۵۔ مسند أحمد : ۳۵/۴۰۔ صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۱۷۔ مستدرک حاکم : ۲۲۱/۴۔ إسنادہ صحیح]

فقہ الحدیث:

ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے واجب نہیں نیز قربانی چونکہ ثواب الٰہی کے حصول کے لیے کی جاتی ہے اس لیے عقیقہ کی مثل اس سے کھانا واجب نہیں اور آیت میں مذکورہ قربانی سے کھانے کا حکم استحباب و اباحت کے لیے ہے۔

[المغنی مع الشرح الکبیر: ۱۱۰/۱۱]

قربانی کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ کار:

قربانی کے گوشت کی تقسیم کے طریقہ کار میں علماء کا اختلاف ہے۔

مذہب اول:

امام شافعی اور شافعیہ کا مذہب ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصوں میں تقسیم کیا جائے، قربانی کرنے والا ایک تہائی حصہ خود کھائے، ایک تہائی حصہ صدقہ کرے اور ایک تہائی حصہ کھلائے۔

[فتح الباری : ۳۴/۱۰۔ شرح النووی : ۱۳۱۱۳۔ نیل الأوطار : ۱۳۰/۵]

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَكُلُوا مِنهَا وَ أَطعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ﴾ ”پس تم قربانیوں سے کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور مانگنے والے کو کھلاؤ۔“ [الحج : ۳۶]

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت سے مذکورہ تقسیم کا مفہوم کشید کیا ہے، لیکن یہ استدلال

درست نہیں، ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، جس آیت سے امام شافعی نے قربانی کو تین برابر حصوں میں تقسیم کرنے کی دلیل لی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں گوشت کو کھانے اور صدقہ کرنے کی مقدار متعین نہیں کی۔ (بلکہ اس میں تو قربانی کا گوشت کھانے، کھلانے اور صدقہ کرنے کی ترغیب ہے)۔[المغنی مع الشرح الکبیر : ۱۱/۱۱۰]

② شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث: ﴿ کُلُوا وَ تَصَدَّقُوا، وَ أَطْعِمُوا ﴾ ''قربانی کا گوشت کھاؤ، صدقہ کرو اور کھلاؤ۔'' سے بھی مذکورہ تقسیم کے برحق ہونے کی دلیل اخذ کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ '''' (قربانی کے گوشت سے کھلاؤ) اس اطلاق سے استدلال کیا گیا ہے کہ قربانی کے گوشت سے کھلانے کا کوئی معین مقدار کی قید نہیں بلکہ قربانی کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ قربانی کا کچھ گوشت خود کھائے اور باقی صدقہ و ہدیہ کردے۔

[فتح الباری : ۱۰/۳۴]

مذہب ثانی:

ابن عبد اللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بعض علماء کا مذہب ہے کہ قربانی کا نصف گوشت کھانا اور نصف صدقہ کرنا مستحب ہے۔

[فتح الباری : ۱۰/۳۴۔ شرح النووی : ۳/۱۳۱]

اس موقف کے قائلین کی دلیل یہ آیت ہے: ﴿ فَكُلُوا مِنهَا وَ أَطْعِمُوا لَبَائِسَ الْفَقِيرَ ﴾ ''تم قربانیوں سے کھاؤ اور ضرورت مند فقیر کو بھی کھلاؤ۔'' [حج : ۳۸]

راجح موقف:

اس مسئلہ میں راجح موقف یہ ہے کہ قربانی کرنے والا قربانی کے گوشت بلا تعیین مقدار حسب منشا کھا سکتا ہے اور چاہے تو تمام گوشت صدقہ بھی کر سکتا ہے، دلائل حسب ذیل ہیں۔

① بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُورُوهَا، وَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيْ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَأَمْسِكُوا مَا بَدَا لَكُمْ»

''میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا سو (اب) تم ان کی زیارت کیا کرو اور میں نے تمھیں تین دن سے زائد قربانیوں کا گوشت (ذخیرہ) کرنے سے منع کیا تھا سو (اب) جتنا چاہو گوشت روک لیا کرو۔''

[صحيح مسلم، كتاب الأضاحى، باب بيان ما كان من النهى عن أكل لحوم الأضاحى بعد ثلاث : ٩٧٧۔ سنن نسائى، كتاب الأشربة، باب الإذن فى شئ منها : ٥٦٥٥۔ صحيح ابن حبان : ٥٤٠٠]

فقہ الحدیث:

۱۔ قربانی کرنے والا جس قدر چاہے گوشت کھا سکتا اور ذخیرہ کر سکتا ہے، اور قربانی کا گوشت صدقہ کرنے اور فقراء و مساکین کے برابر کھانے کی کوئی قید نہیں ہے۔

۲۔ قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

'' فَكُلُوا مَا بَدَا لَكُمْ ''

''قربانی کا گوشت جتنا چاہو کھاؤ۔'' یہ الفاظ دلیل ہیں کہ قربانی کا گوشت کھانے کی کوئی خاص مقدار معین نہیں، بلکہ انسان اپنی قربانی سے جتنا جی چاہے، کھا سکتا ہے، خواہ یہ مقدار زیادہ ہی ہو، بشرطیکہ "أَطْعِمُوا" ''قربانی کا گوشت لوگوں کو بھی کھلاؤ۔'' کا حکم ناپید نہ ہو۔ [نيل الأوطار : ١٣٦/٥]

۳۔ ابو قلابہ عن ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنِّيْ كُنْتُ حَرَّمْتُ لُحُومَ الْأَضَاحِيْ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَكُلُوا، وَ تَزَوَّدُوا وَادَّخِرُوا مَا شِئْتُمْ»

''بلاشبہ میں نے تین دن سے اوپر قربانیوں کا گوشت حرام کیا تھا سو (اب) تم جتنا

چاہو، کھاؤ، جتنا چاہو، زادِ راہ لو، جتنا چاہو ذخیرہ کرو۔“

اور ابن سیرین عن ابی سعید رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« كُلُوا وَ أَطْعِمُوا وَادَّخِرُوا مَا شِئْتُمْ »

”(قربانیوں کا گوشت) جتنا چاہو کھاؤ، جتنا چاہو کھلاؤ اور حسب منشا ذخیرہ کرو۔“

[مسند أحمد : ٥٧/٣ ـ إسناده صحيح]

فقہ الحدیث:

یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کے گوشت کا استعمال قربانی کرنے والے کی صوابدید پر ہے۔ اسے قربانی کا گوشت کھانے اور کھلانے کا اختیار حاصل ہے، چاہے تو زیادہ گوشت خود کھا لے اور چاہے تو گوشت کا زیادہ حصہ کھلا دے اور صدقہ کر دے۔ بشرطیکہ قربانی کے گوشت کے مصارف پر عمل ہو جائے۔

تین دن سے زائد قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنا:

عہد رسالت ہی ایک سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیہاتی لوگوں کی عسرت و تنگ دستی کے پیش نظر تین دن سے زائد قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے گوشت کی ذخیرہ اندوزی کی اجازت مرحمت فرمائی، سو تین دن سے زائد گوشت ذخیرہ کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

① جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانیوں کے گوشت کھانے سے منع کیا، بعد ازاں فرمایا:

« كُلُوا وَ تَزَوَّدُوا وَادَّخِرُوا »

”قربانی کا گوشت تم (تین دن کے بعد تک) کھاؤ، زادِ راہ بناؤ اور ذخیرہ کرو۔“

[صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب بیان ما کان من النهی عن أكل لحوم الأضاحی بعد ثلاث : ١٩٧٣ ـ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب الإذن فی ذلك : ٤٤٣٨]

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں:

« دَفَّ أَهلُ أَبيَاتٍ مِنْ أَهلِ الْبَادِيَةِ حَضرَةَ الْأَضحَى، زَمَنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ادَّخِرُوا ثَلَاثًا، ثُمَّ تَصَدَّقُوا مِمَا بَقِيَ، فَلَمَّا كَانَ بَعدَ ذٰلِكَ قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! إِنَّ النَّاسَ يَتَخِذُونَ الْأَسقِيَةَ مِنْ ضَحَايَاهُمْ وَ يُجمِلُونَ مِنهَا الْوَدَكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ ؟ قَالُوا : نَهَيتَ أَنْ تُؤْكَلَ لُحُومَ الضَّحَايَا بَعدَ ثَلَاثٍ، فَقَالَ : إِنَّمَا نَهَيتُكُمْ مِنْ أَجلِ الدَّافَّةِ الَّتِي دَفَّتْ، فَكُلُوا وَادَّخِرُوا »

”عید الاضحیٰ کے موقع پر کچھ (مفلوک الحال) بادیہ نشین خاندان (مدینہ) آئے تو رسول اللہ ﷺ نے (ان کی مدد و استعانت کے پیش نظر) فرمایا: تم قربانی کا گوشت تین دن ذخیرہ کرو، پھر باقی ماندہ گوشت صدقہ کر دو، اس کے بعد (اگلے سال) لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! بلاشبہ لوگ اپنی قربانیوں (کے چمڑوں) سے مشکیزے بناتے اور ان کی چربی پگھلا لیا کرتے تھے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ مسئلہ کیا ہے؟ انھوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: آپ ﷺ نے تین دن کے بعد قربانیوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تو (بادیہ نشین لوگوں کی) تنگ حالی و نقاہت کے پیش نظر تمھیں منع کیا تھا۔ سو (اب) تم (قربانی کا گوشت) کھاؤ، زادِ راہ بناؤ اور ذخیرہ کرو۔“

[صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب بیان ما کان من النهی عن أکل لحوم الأضاحی : ۱۹۷۱۔ سنن أبو داوٗد، کتاب الأضاحی، باب فی حبسی لحوم الأضاحی : ۲۸۱۲۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب الادخان الأضاحی : ۴۴۳۶]

③ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« يَا أَهلَ الْمَدِينَةِ ! لَا تَأْكُلُوا لَحمَ الْأَضَاحِي فَوقَ ثَلَاثٍ، فَشَكُوا

إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ لَهُمْ عِيَالًا وَحَشَمًا وَ خَدَمًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا وَ أَطْعِمُوْا وَاحْبِسُوْا أَوِادَّخِرُوْا»

''اے اہل مدینہ! تین دن سے زیادہ قربانیوں کا گوشت نہ کھاؤ، پھر لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ ان کے اہل و عیال و خاص و عام خدام ہیں (جو تین دن کے بعد گوشت کے ضرورت مند ہوتے ہیں، اس پر) آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم (تین کے بعد بھی قربانی کا گوشت) کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔''

[صحیح مسلم، کتاب الأضاحی : ۱۹۷۳]

④ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ ضَحّٰى مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَ بَقِيَ فِيْ بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْئٌ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! نَفْعَلُ كَمَا فَعَلْنَا الْعَامَ الْمَاضِيَ ؟ قَالَ : كُلُوْا وَ أَطْعِمُوْا وَادَّخِرُوْا، فَإِنَّ ذٰلِكَ الْعَامُ كَانَ بِالنَّاسِ جَهْدٌ فَأَرَدْتُ أَنْ تُعِيْنُوْا فِيْهَا »

''تم میں سے جو شخص قربانی کرے تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں اس سے کچھ بھی باقی نہ ہو، پھر جب اگلا سال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس سال بھی ہم ویسا کریں جیسا گزشتہ سال کیا تھا؟ (یعنی تین دن کے بعد گوشت ذخیرہ نہ کریں) آپ ﷺ نے فرمایا: (تین دن کے بعد) کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ کرو، چونکہ گزشتہ سال لوگ تنگ دستی کا سامنا تھا، سو میں نے ارادہ کیا کہ تم اس (تنگ دستی) میں ان کی مدد کرو۔''

[صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب ما یؤکل من لحوم الأضاحی : ۵۵۶۹۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی : ۱۹۷۴]

فقہ الحدیث:

① قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، احادیث الباب صریح نص ہیں کہ تین دن کے بعد

قربانی کا گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی ممانعت منسوخ ہو چکی ہے، صحابہ و تابعین اور علمائے سلف میں جمہور علماء کا یہی موقف ہے۔[نیل الأوطار : ۱۳۵/۵]

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے قول کی رو سے تین دن سے زائد قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنا جائز ہے۔[المغنی مع الشرح الکبیر : ۱۱۱/۱۱]

مذاہب و آراء:

تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کے جواز، حرمت اور مشروط اباحت (یعنی اگر مسلمان تنگ دستی اور عسرت کا شکار ہوں تو تین دن سے زیادہ گوشت ذخیرہ کرنا حرام اور بصورت دیگر حلال) کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ احادیث بالا سے علماء نے مختلف مفاہیم کشید کیے ہیں۔

① کچھ علماء کا موقف ہے کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ کھانا اور ذخیرہ کرنا حرام ہے اور تحریم کا حکم اب بھی باقی ہے، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اسی موقف کے قائل ہیں۔

فائدہ:

① علی اور ابن عمر رضی اللہ عنہم اسی موقف کے قائل کیونکہ تھے، اس بارے ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ علی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی) رخصت نہیں پہنچی تھی اور انھوں نے اس مسئلہ میں نہی کے متعلق سنا تھا، سو اس کے مطابق انھوں نے روایت بیان کی۔

[المغنی مع الشرح الکبیر : ۱۱۱/۱۱]

② شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، ممکن ہے علی رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے موافقین کو ناسخ کا علم نہ ہو اور جسے کسی مسئلہ کے متعلق علم ہو وہ مسئلہ سے ناواقف شخص پر دلیل ہوتا ہے (یعنی مسئلہ سے باخبر کی بات دلیل ہوتی ہے) واقفان ناسخ کی دلیل برحق و اولیٰ ہے)۔

[نیل الأوطار : ۱۳۵/۵]

③ جمہور علماء کہتے ہیں، تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانا اور ذخیرہ کرنا جائز ہے اوپر بیان کردہ احادیث کی وجہ سے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی ممانعت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے، بالخصوص حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ اس نہی کی ناسخ ہے اور یہ سنت سے سنت منسوخ ہونے کی مثال ہے۔

④ بعض علماء کا موقف ہے کہ تین دن سے اوپر قربانی کا گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی ممانعت کا حکم منسوخ نہیں ہوا، بلکہ تحریم علت کی وجہ سے تھی اور جب علت معدوم ہوئی تو حکم تحریم از خود زائل ہو گیا، حدیث سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اس موقف کے قائلین کی دلیل ہیں۔

⑤ گوشت ذخیرہ کرنے کی نہی شروع ہی سے کراہت کے لیے ہے، نہی تحریمی نہیں اس موقف کے قائلین کہتے ہیں، یہ کراہت اب بھی باقی ہے، لیکن گوشت کی ذخیرہ اندوزی حرام نہیں اور اس جیسی تنگی و مشکل آج بھی پیش ہو تو لوگوں کو ایسے مفلوک الحال لوگوں کی دادرسی کرنی چاہیے۔

راجح موقف:

۱۔ ان مذکورہ مذاہب کو نقل کرنے کے بعد امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: راجح اور قرین صواب مسئلہ یہ ہے کہ تین دن سے زائد گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی نہی مطلق منسوخ ہو چکی ہے اور اس کی حرمت و کراہت ختم ہو چکی ہے، چنانچہ اب تین دن سے زائد گوشت کھانا اور ذخیرہ کرنا بلا تعیین مدت جائز و مباح ہے، اس جواز و اباحت کے لیے حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ صریح نص ہے۔ [شرح النووی : ۱۳/۱۲۹]

۲۔ امام رافعی کہتے ہیں، آج موجودہ دور میں تین دن سے زیادہ گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی حرمت بالکل نہیں ہے اور شرح المہذب میں امام نووی رحمہ اللہ نے بھی یہی موقف اپناتے ہوئے کہا کہ اس وقت کسی بھی حال میں یہ حرمت باقی نہیں۔

[فتح الباری : ۱۰/۳۶]

حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان:

آئندہ حدیث واضح دلیل ہے کہ تین دن کے بعد گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی حرمت کا حکم بالکل منسوخ ہو چکا ہے اور کسی علت و عارضے کی وجہ سے دوبارہ حرمت کا حکم نافذ العمل نہیں ہو گا۔

بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا، وَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْأَضَاحِي فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَأَمْسِكُوْا مَا بَدَالَكُمْ »

"میں نے تمھیں قبرستان کی زیارت سے منع کیا تھا، سو (اب) تم اس کی زیارت کیا کرو اور میں نے تمھیں تین دن سے زائد قربانی کے گوشت سے منع کیا تھا، سو (اب) تم جتنا جی چاہے گوشت روک لیا کرو۔"

چرمہائے قربانی کا مصرف:

چرمہائے قربانی کا بھی وہی مصرف ہے، جو قربانی کے گوشت کا مصرف ہے، یعنی قربانی کی کھالیں ذاتی استعمال میں لانا، صدقہ یا ہدیہ کرنا مشروع ہے، اس کے دلائل وہی ہیں، جو قربانی کے گوشت کی تفسیر کے دلائل ہیں۔

قربانی کا چمڑا ذاتی استعمال میں لانا:

قربانی کا چمڑا ذاتی استعمال میں لانا جائز ہے، اس کی دلیل حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ ایک سال عید الاضحیٰ کے موقع پر کچھ مفلوک الحال بادیہ نشین لوگوں کی آمد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پابندی عائد کر دی کہ تین دن کے بعد قربانی کا گوشت زیر استعمال لانا ممنوع ہے اور تین دن کے بعد قربانیوں کا گوشت صدقہ کر دیا جائے، چنانچہ آئندہ سال لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! « إِنَّ النَّاسَ يَتَّخِذُوْنَ الْأَسْقِيَةَ مِنْ ضَحَايَاهُمْ وَ يُجْمِلُوْنَ مِنْهَا الْوَدَكَ » "بے شک لوگ اپنی قربانیوں (کے چمڑوں) سے مشکیزے بناتے اور اور اس سے

چربی پگھلاتے ہیں (پھر آپ ﷺ نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے، ذخیرہ کرنے اور صدقہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

[صحيح مسلم : ١٩٧١ـ سنن أبو داؤد : ٢٨١٢ـ سنن نسائي : ٤٤٣٦]

فقہ الحدیث:

یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ قربانیوں کے چمڑے ذاتی استعمال میں لانا جائز ومسنون ہے۔

قربانی کی کھالیں بیچنا ناجائز ہے:

صاحب قربانی کا قربانی کی کھال بیچنا جائز نہیں اور قربانی کی کھال فروخت کرنے والے کی قربانی کا ثواب ختم ہو جاتا ہے لہٰذا صاحب قربانی کو قربانی کی کھال صدقہ و ہدیہ کرنی چاہیے یا ذاتی تصرف میں لانی چاہیے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ بَاعَ جِلْدَ أُضْحِيَتِهِ فَلَا أُضْحِيَةَ لَهُ»

”جو شخص اپنی قربانی کا چمڑا فروخت کرے اس کی قربانی نہیں ہے۔“

[مستدرك حاكم : ٢/٣٩٠ـ سنن بيهقي : ٩/٢٩٤ـ إسناده حسن۔ عبد الله بن عياش صدوق راوی ہے]

فقہ الحدیث:

① حافظ مناوی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ قربانی کا چمڑا بیچنے والے کو قربانی کا ثواب حاصل نہیں ہوتا۔ [فيض القدير : ٦/١٢١]

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ فرض و نفل قربانی کا گوشت اور چمڑا بیچنا ناجائز ہے، کیونکہ یہ جانور ذبح کے لیے متعین ہو چکا ہے اور امام احمد بیان کرتے ہیں کہ قربانی کا گوشت، چمڑا کسی بھی قسم کا اور قربانی کا کوئی بھی حصہ بیچنا جائز نہیں، وہ کہتے ہیں کہ قربانی کو کیونکر بیچا جا سکتا ہے، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے نامزد ہو چکی ہے۔

[المغني مع الشرح الكبير : ١١/١١٢]

قربانی کا چمڑا بطور اجرت دینا:

قصاب کو قربانی کا چمڑا بطور اجرت دینا جائز نہیں، بلکہ قربانی کرنے والے کو قصاب کی اجرت اپنی طرف سے کرنی چاہیے۔

① علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« أَمَرَنِی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أَقُوْمَ عَلَى بُدْنِهِ، وَ أَنْ أَتَصَدَّقَهَا بِلَحْمِهَا، وَ جُلُوْدِهَا، وَ أَجِلَّتِهَا وَ أَنْ لَا أُعْطِيَ الْجَزَّارَ مِنْهَا وَ قَالَ : نَحْنُ نُعْطِيْهَا مِنْ عِنْدِنَا »

”رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کی قربانیوں کی نگرانی کروں اور ان کا گوشت، چمڑے اور جھول صدقہ کر دوں اور قصاب کو اس سے کچھ (اجرت) نہ دوں اور آپ ﷺ نے فرمایا: ہم اسے اجرت اپنے پاس سے دیں گے۔“

[صحيح مسلم، كتاب الحج، باب الصدقة للجوم الهدايا : ١٣١٧۔ سنن أبو داؤد، كتاب المناسك، باب كيف تنحر البدن : ١٧٦٩۔ سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب من جلل البدن : ٣٠٩٩۔ مسند أحمد : ٧٩/١]

② علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يَقُوْمَ عَلَى بُدْنِهِ، وَ أَمَرَهُ أَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا، لُحُوْمَهَا وَ جُلُوْدَهَا وَ جِلَالَهَا فِي الْمَسَاكِيْنَ، وَلَا يُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا مِنْهَا شَيْئًا »

”بلاشبہ نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کی قربانیوں کی نگرانی کریں، اور قربانیوں کا گوشت، چمڑے اور جھول ہر چیز تقسیم کر دیں اور ذبح کی اجرت میں ان سے کچھ نہ دیں۔“

[صحيح بخاري، كتاب الحج، باب، تصدق بجلود الهدى : ١٧١٧۔ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب الصدقة بلحوم الهدايا : ١٣١٧]

فوائد:

① قربانی کا گوشت، چمڑا اور جھول صدقہ کرنا مستحب فعل ہے۔ ② قصاب کو گوشت، چمڑا یا جھول بطور اجرت نہیں دینا چاہیے، کیونکہ قربانی کا کچھ بطور اجرت دینا اس کی مزدوری کا عوض ہے، تو یہ قربانی کی بیع کے مثل ہوگا اور قربانی کی فروخت جائز نہیں (لہٰذا بطور اجرت قربانی کا کوئی بھی حصہ نہیں دیا جائے گا)۔ ③ قربانی ذبح کرنے کی اجرت لینا جائز ہے۔ [شرح النووی : ٩/٦٥]

② قصاب کو قربانی میں اجرت کی ممانعت سے مقصود یہ ہے کہ اسے قربانی کا کچھ بھی حصہ بطور اجرت نہ دیا جائے۔ امام بغوی رحمہ اللہ (شرح السنہ) بیان کرتے ہیں کہ قربانی کا مالک جب قصاب کو ذبح کی اجرت مکمل ادا کر چکے، پھر اگر قصاب فقیر ہو تو اس پر صدقہ کر دے تو جیسے دیگر فقراء پر صدقہ کرنا جائز ہے، ایسے قصاب پر بھی صدقہ کرنا میں کوئی حرج نہیں اور دیگر علماء کہتے ہیں، قصاب کو قربانی سے بطور اجرت دینا ممنوع ہے، کیونکہ یہ معاوضہ ہے، لیکن اسے قربانی سے بطور صدقہ، ہدیہ اور مزدوری سے اضافی دینا جائز ہے۔ البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصاب کو قربانی سے مطلق اجرت نہ دینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قصاب کو قربانی سے صدقہ بھی نہ دیا جائے کیونکہ اس صدقہ سے اجرت میں کمی واقع ہو سکتی ہے، جو معاوضہ کی شکل اختیار کر لے گی (سو قصاب کو صدقہ و ہدیہ دینے سے اجتناب بہتر ہے)۔ [فتح الباری : ٣/٧٠٢، ٧٠٣]

③ قربانی کرنے والے کو قربانی کا چمڑا صدقہ کرنے کی صورت میں فقراء و مساکین کو چمڑا ہی پیش کرنا چاہیے، پھر وہ چاہیں تو ذاتی استعمال میں لائیں اور چاہے تو فروخت کر دیں، یہ صورت افضل ہے، لیکن وہ چمڑا فروخت کر کے قیمت فقراء و مساکین وغیرہ کو دے دے تب بھی جواز بہر حال ہے۔

قربانی کے چمڑوں سے مبلغین و مدرسین کو تنخواہ دینا:

قربانی کے چمڑوں سے مبلغین و مدرسین کو تنخواہ دینا اور غریب و نادار طلباء کی خوراک وغیرہ کا انتظام کرنا جائز ہے، اس بارے حافظ عبد اللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ کا فتویٰ من وعن نذر قارئین ہے:

(سوال) کیا انجمن اسلامیہ بوجہ غربت مدرس مدرسہ اسلامیہ کی تنخواہ یا غریب اور نادار طلباء کی کتب اور خوراک وغیرہ یا جلسہ ہائے علماء میں قربانیکے چمڑوں کو خرچ کرنے کا شرعاً مجاز رکھتی ہے اور مبلغین کو بطور ہدیہ کے چمڑے ہائے قربانی دیے جا سکتے ہیں؟

(جواب) ﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا﴾

"(صدقات) ان فقراء کے لیے ہیں جو اللہ کے راستے میں روکے ہوئے ہیں، جو زمین میں سفر نہیں کر سکتے۔" [البقرۃ: ۲۷۳]

اس آیت سے پہلے صدقات کا ذکر ہے، پھر فرمایا کہ یہ صدقات ان فقیروں کے لیے ہیں، جو خدا کے راستہ میں بند ہیں، زمین میں سفر نہیں کر سکتے، یعنی تجارت وغیرہ نہیں کر سکتے، کیونکہ سفر کرنے سے دین کا کام بند ہو جاتا ہے، حدیث میں قربانی کے چمڑوں کی بابت صدقہ کرنے کا حکم آیا ہے اور اس آیت میں صدقات کے مستحق یہ لوگ بتائے ہیں، جو فی سبیل اللہ محصور ہیں، ان میں طالب علم مدرسین، مبلغین بھی شامل ہیں، سوال کی صورت میں جن لوگوں کا ذکر ہے، ان پر قربانی کے چمڑے لگ سکتے ہیں۔

[فتاویٰ اهل حدیث، جلد دوم صفحه: ۱۰۶/۵]

مصارف صدقات:

مصارف صدقات آٹھ ہیں، زکوۃ کی طرح جہاں قربانی کا گوشت اور چمڑے وغیرہ دیے جا سکتے ہیں، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ

قُلُوبُهُمْ وَ فِى الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾

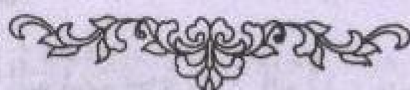
''صدقات تو صرف فقراء و مساکین اور ان پر مقرر عاملوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالی جائے اور گردنیں چھڑانے اور تاوان بھرنے والوں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر کے لیے ہیں (یہ) اللہ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ خوب جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔'' [التوبة : ٦٠]

اس آیت کی رو سے صدقات کے مصارف میں تمام مصارف پر خرچ کرنا یا کسی ضرورت و احتیاج کے پیش نظر کسی ایک مصرف پر صدقہ کا مال خرچ کرنا جائز و مباح ہے۔ نیز فی سبیل اللہ سے مراد جہاد اور اللہ کی راہ میں مصروف مجاہدین، واعظین و مدرسین اور مدارس دینیہ کے طلبا اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے کام کرنے والے لوگ مراد ہیں، لہٰذا مصارف زکوٰۃ میں سے یہ ایک باقاعدہ مصرف ہے، جہاں قربانی کا گوشت اور چمڑے قربانی صدقہ کیا جا سکتے ہیں۔ البتہ قربانی کے گوشت اور چمڑوں میں فقراء و مساکین کا باقی مصارف سے زیادہ خیال رکھنا چاہیے، کیونکہ قربانی کے گوشت، چمڑے اور جھول کی تقسیم میں مساکین کو بطور خاص ذکر کیا گیا ہے، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَقُوْمَ عَلَى بُدْنِهِ، وَ أَمَرَهُ أَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا، لُحُوْمَهَا، وَ جُلُوْدَهَا وَجِلَالَهَا فِى الْمَسَاكِيْنِ »

''بالتحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم کیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کی نگرانی کریں اور تمام قربانیاں، ان گوشت چمڑے اور جھول مساکین میں تقسیم کر دیں۔''

[صحيح مسلم : ١٣١٧]



عقیقہ کا بیان

وجہ تسمیہ:

عقیقہ کے وجہ تسمیہ میں علماء کے کئی اقوال ہیں:

① حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عقیقہ نومولود کی طرف سے ذبح کیے جانے والے جانور کا نام ہے اور اس کے اشتقاق میں اختلاف ہے۔

چنانچہ ابو عبید اور اصمعی کہتے ہیں:

«أَصْلُهَا الشَّعْرُ الَّذِی یَخْرُجُ عَلَی رَأْسِ الْمَوْلُوْدِ»

''عقیقہ دراصل مولود کے سر کے وہ بال ہیں، جو ولادت کے وقت اس کے سر پر اگے ہوتے ہیں۔''

زمخشری رحمہ اللہ وغیرہ کا بیان ہے کہ:

«وَ سُمِّیَتُ الشَّاۃُ الَّتِی تُذْبَحُ عَنْهُ فِی تِلْكَ الْحَالَةِ عَقِیْقَةً لِأَنَّهُ یُحْلَقُ عَنْهُ ذٰلِكَ الشَّعْرُ عِنْدَ الذَّبْحِ»

''پیدائش کے بالوں کی موجودگی میں مولود کی طرف سے ذبح کی جانے والی بکری کو عقیقہ سے موسوم کیا جاتا ہے، کیونکہ ذبح کے وقت یہ بال مونڈھے جاتے ہیں۔''

خطابی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«اَلْعَقِیْقَةُ اسْمُ الشَّاۃِ الْمَذْبُوْحَةِ عَنِ الْوَلَدِ، سُمِّیَت بِذٰلِكَ لِأَنَّهَا تُعَقُّ

مَذَابِحُهَا أَیْ تُشَقُّ وَ تُقْطَعُ »

"نومولود کی طرف سے ذبح کی ہوئی بکری کو عقیقہ کہا جاتا ہے، کیونکہ (نومولود کی ولادت پر) اس کی رگیں کاٹی جاتی ہیں۔"

[فتح الباری : ۷۲۶/۹]

④ شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« اَلْعَقِیْقَةُ الذَّبِیْحَةُ الَّتِی تُذْبَحُ لِلْمَوْلُوْدِ وَالْعَقُّ فِی الْأَصْلِ الشَّقُّ وَالْقَطْعُ، وَ سَبَبُ تَسْمِیَتِهَا بِذٰلِكَ أَنَّهُ یُشَقُّ حَلْقُهَا بِالذَّبْحِ وَ قَدْ یُطْلَقُ اسْمُ الْعَقِیْقَةِ عَلٰی شَعْرِ الْمَوْلُوْدِ »

"عقیقہ وہ ذبیحہ ہے، جو نومولود کی خاطر ذبح کیا جاتا ہے اصل میں عَقّ کا معنی پھاڑنا اور کاٹنا ہے اور عقیقہ کو عقیقہ کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ذبح کے وقت ذبیحہ کا حلق کاٹا جاتا ہے، نیز کبھی عقیقہ کا اطلاق نومولود کے بالوں پر بھی ہوتا ہے۔"

[نیل الأوطار : ۱۴۰/۵]

خلاصة التحقیق:

عقیقہ کی بحث میں قول فیصل یہ ہے کہ عقیقہ کا اطلاق نومولود کے بالوں اور اس کی طرف سے ذبح کیے جانے والے جانور، دونوں پر ہوتا ہے اور عقیقہ سے مقصود پیدائش کے ساتویں دن نومولود کے بال مونڈھنا اور اس کی طرف سے جانور ذبح کرنا ہے۔

عقیقہ کے بجائے نسیکہ یا ذبیحہ کا لفظ استعمال کرنا افضل ہے:

نومولود کی طرف سے ذبح کیے جانے والے جانور کو نسیکہ یا ذبیحہ کہنا مستحب اور عقیقہ سے موسوم کرنا مکروہ فعل ہے۔ اس کی دلیل آئندہ روایت ہے، عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَقِیْقَةِ؟ فَقَالَ: لَا یُحِبُّ

اللّٰہُ الْعُقُوقَ، کَأَنَّہُ کَرِہَ الإِسْمَ، وَقَالَ : مَنْ وُلِدَ لَہُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ یَنْسُکَ عَنْہُ فَلْیَنْسُکْ، عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مکافئتانِ وَ عَنِ الْجَارِیَۃِ شَاۃٌ »

''نبی ﷺ سے عقیقہ کے بارے سوال ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا: '' اللہ تعالیٰ (لفظ) عقوق (نافرمانی) کو نا پسند کرتا ہے، گویا آپ ﷺ نے (یہ نام) مکروہ خیال کیا، اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے جانور ذبح کرنا چاہے تو وہ اس کی طرف سے جانور ذبح کرے، لڑکے کی طرف سے برابر دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔''

[سنن أبو داوٗد، کتاب الضحایا، باب فی العقیقۃ : ۲۸۴۲۔ سنن نسائی، کتاب العقیقۃ، باب عن الغلام شاتان : ۴۲۱۷۔ مسند أحمد : ۱۸۲/۲۔ مستدرک حاکم : ۲۳۸/۴۔ سنن بیھقی : ۳۰۰/۹۔ إسنادہ حسن]

فقہ الحدیث:

① عقیقہ کے متعلق سوال پر آپ ﷺ کا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ عقوق کو نا پسند کرتا ہے، میں اشارہ ہے کہ (نومولود کی جانب سے ذبح کیے جانے والے جانور) کا نام عقیقہ مکروہ ہے کیونکہ عقیقہ اور عقوق (مادہ) ایک ہے۔ اور اس جملے « فَأَحَبَّ أَنْ یَنْسُکَ عَنْہُ فَلْیَنْسُکْ » میں توضیح ہے کہ لفظ عقیقہ کو نسیکہ سے تبدیل کر دیا جائے۔ (یعنی عقیقہ کو نسیکہ کہا جائے)۔

[نیل الأوطار : ۱۴۳/۵۔ عن المعبود : ۴۶/۸]

② علامہ سندھی لکھتے ہیں، اس حدیث میں مسئلہ عقیقہ کی توہین اور سقوط وجوب مقصود نہیں، بلکہ اس سے تو یہ مراد ہے کہ آپ ﷺ نے عقیقہ نام ناپسند کیا ہے اور یہ پسند کیا کہ اس کا اس سے کوئی اچھا نام یعنی نسیکہ یا ذبیحہ ہو۔

[شرح النسائی للسندی : ۴۹۸/۵]

عقیقہ کا حکم:

عقیقہ واجب، سنت مؤکدہ یا مکروہ عمل ہے، اس بارے علماء کے مختلف مذاہب ہیں، ذیل میں ہم ان مذاہب ہر مذہب کے دلائل، پھر راجح مذہب کی نشاندہی کریں گے:

مذہب اول: حسن بصری، داؤد ظاہری اور ظاہریہ کا مذہب ہے کہ عقیقہ واجب ہے۔

[نیل الأوطار : ۱٤۰/۵۔ المغنی مع الشرح الکبیر : ۱۲۱/۱۱]

اور وجوب عقیقہ کے قائلین کے دلائل حسب ذیل احادیث ہیں۔

① سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَةِ، تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَ يُحْلَقُ وَ يُسَمَّى))

''ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے (عقیقہ) ذبح کیا جائے، اس کا سر منڈایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔''

[صحیح بخاری، کتاب العقیقة، باب اماطة الأذی عن الصبی فی العقیقة : ۵٤۷۲۔ سنن أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب فی العقیقة : ۲۸۳۸۔ جامع ترمذی، کتاب الأضاحی، باب من العقیقة : ۱۵۲۲۔ سنن نسائی، کتاب العقیقة، باب متی یعق : ٤۲۳۵۔ سنن ابن ماجه، کتاب الذبائح، باب العقیقة : ۳۱٦۵۔ مسند أحمد : ۱۲،۷/۵]

فقہ الحدیث:

خطابی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کے مفہوم کے بارے علماء کا اختلاف ہے، چنانچہ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جس بچے کا عقیقہ نہ ہو اور وہ بچپن میں فوت ہو جائے تو وہ روزِ قیامت اپنے والدین کی شفاعت نہیں کرے گا اور دوسرے قول کے مطابق اس سے مقصود یہ ہے کہ عقیقہ بہر صورت لازم ہے۔ اور نومولود کے لیے عقیقہ ایسے لازم ہے، جیسے مرتھن (قرض کے عوض گروی رکھنے والا) کے ہاتھ میں گروی چیز لازم ہوتی ہے (یعنی جیسے گروی چیز حاصل کرنے کے لیے قرض خواہ کو قرض لوٹانا لازم

ہے، اسی طرح نومولود کے لیے عقیقہ لازم ہے) اور یہ قول ثانی عقیقہ کے وجوب کے قائلین کے موقف کو قوت دیتا ہے۔

[نيل الأوطار : ١٤١/٥۔ عون المعبود : ٤٢/٨]

② سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا، وَ أَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى))

”ہر بچے کے ساتھ عقیقہ ہے، سو اس کی طرف سے خون بہاؤ (عقیقہ کرو) اور اس سے گندگی محو کرو (یعنی سر کے بال مونڈھ دو)۔“

[صحيح بخاری، كتاب العقيقة، باب اماطة الأذى عن الصبی فی العقيقة : ٥٤٧٢۔ سنن أبو داؤد، كتاب الضحايا، باب فی العقيقة : ٢٨٣٩۔ جامع ترمذی، كتاب الأضاحی، باب الأذان فی أذن المولود : ١٥١٥۔ سنن ابن ماجه، كتاب الذبائح، باب العقيقة : ٣١٦٤۔ مسند أحمد : ٣١٤/٤۔ صحيح ابن خزيمه : ٢٠٦٧]

③ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں:

((أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُعُقَّ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَيْنِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً))

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کریں۔“

[جامع ترمذی، كتاب الأضاحی، باب ما جاء فی العقيقة : ١٥١٣۔ سنن ابن ماجه، كتاب الذبائح، باب العقيقة : ٣١٦٣۔ مسند أحمد : ٣١/٦۔ مسند أبو يعلى : ٤٦٤٨۔ إسناده حسن۔ عبداللہ بن عثمان خثیم صدوق اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں]

فقہ الحدیث:

احادیث الباب دلیل ہیں کہ نومولود کی طرف سے عقیقہ واجب ہے، کیونکہ عقیقہ کرنے کا حکم وارد ہوا ہے، نیز ”رَهِينَةٌ“ (بچہ عقیقہ کے عوض گروی ہے) کے الفاظ نص ہیں کہ عقیقہ

واجب ہے اور اسے کسی بھی صورت استحباب پر محمول نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ جیسے گروی چیز کو قرض ادا کیے بغیر حاصل کرنا ناممکن ہے، اسی طرح نومولود کی پیدائش کے شکریہ کی ادائیگی کے لیے عقیقہ لازم و واجب ہے۔

مذہب ثانی: ① جمہور علماء کا موقف ہے کہ عقیقہ سنت ہے۔[نیل الأوطار : ۱۴۰/۵]

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَالْعَقِيقَةُ سُنَّةٌ فِي قَوْلِ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمْ ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ عُمَرَ، وَ عَائِشَةَ وَ فُقَهَاءِ التَّابِعِينَ وَ أَئِمَّةِ أَهْلِ الْأَمْصَارِ »

”اکثر اہل علم مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن عمر رضی اللہ عنہما، عائشہ رضی اللہ عنہا، فقہائے تابعین رحمہم اللہ اور ائمہ کا قول ہے کہ عقیقہ سنت ہے۔“

[المغنى مع الشرح الكبير : ۱۲۰/۱۱]

③ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کا بیان ہے:

« فَأَمَّا أَهْلُ الْحَدِيثِ قَاطِبَةً، وَ فُقَهَاءُ هُمْ وَجَمْهُورُ أَهْلِ السُّنَّةِ فَقَالُوا : هِيَ مِنْ سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »

”جمیع محدثین و فقہا اور جمہور اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ (عقیقہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔“

[تحفة الودود بأحكام المولود، ص : ۲۸]

دلیل:

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَقِيقَةِ، فَقَالَ : لَا يُحِبُّ اللهُ الْعُقُوقَ، كَأَنَّهُ كَرِهَ الْإِسْمَ وَقَالَ : مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ »

''نبی ﷺ سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ عقوق کو ناپسند کرتا ہے، گویا آپ ﷺ نے یہ نام (عقیقہ) ناپسند کیا۔ پھر فرمایا: ''جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے نسیکہ (جانور ذبح) کرنا چاہے تو نسیکہ کرے۔''

[سنن أبو داؤد : ۲۸۴۲۔ سنن نسائی : ۴۲۱۷۔ مسند أحمد : ۱۸۲/۲۔ مستدرك حاكم : ۲۳۸/۴، إسناده حسن]

فقہ الحدیث:

① شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، حدیث میں: « مَنْ أَحَبَّ » کے الفاظ میں عقیقہ میں اختیار دینا وجوب کو ختم کرتا ہے اور اس کو استحباب پر محمول کرنے کے متقاضی ہے۔

[نيل الأوطار : ۴۴/۵]

② حافظ ابن عبد البر کہتے ہیں، اس حدیث میں « مَنْ أَحَبَّ » کے الفاظ میں اشارہ ہے کہ عقیقہ کرنا واجب نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہے۔ [التمهيد لا بن عبد البر : ۳۱۱/۴]

③ امام مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَلَيْسَتِ الْعَقِيقَةُ بِوَاجِبَةٍ، وَلَكِنَّهَا يُسْتَحَبُّ الْعَمَلُ بِهَا، وَهِيَ مِنَ الْأَمْرِ الَّذِي لَمْ يَزَلْ عَلَيْهِ النَّاسُ عِنْدَنَا »

''عقیقہ واجب نہیں بلکہ مستحب عمل ہے اور ہمارے ہاں ہمیشہ سے لوگ اس پر عمل پیرا رہے ہیں۔'' [مؤطا مالك، كتاب العقيقة، باب الحمل فى العقيقة : ۲۹۵]

مذہب ثالث: ابو حنیفہ اور احناف کا مذہب ہے کہ عقیقہ نہ واجب ہے نہ سنت بلکہ جاہلیت کی ایک رسم ہے۔ [نيل الأوطار : ۱۴۱/۵۔ المغنى مع الشرح اللكبير : ۱۲۰/۱۱]

دلیل:

احناف کی دلیل گزشتہ روایت کے یہ الفاظ: « لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْعُقُوقَ » (اللہ تعالیٰ

عقوق کو ناپسند کرتے ہیں) احادیث میں تحریف کرنے اور اپنے مذہب کو تقویت کے لیے احادیث کا مفہوم تبدیل کرنے میں احناف کا کوئی ثانی نہیں اور حدیث کے جزء سے معنی مراد لینے کی ایک مثال مذکورہ حدیث ہے، پھر حق تو یہ ہے کہ حدیث رسول کا علم ہونے پر اپنی ہٹ دھرمی چھوڑ دینی چاہیے۔

اور علماء و مجتہدین عامی لوگوں کو قول امام کے بجائے قول رسول ﷺ کی اتباع کی دعوت دیتے، لیکن یہاں تو آوے کا آوا بگڑا ہے، چنانچہ 'غلام رسول سعیدی بریلوی' کی دیدہ دلیری دیکھیے، وہ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص تقلید محض کی پستی سے نہیں نکلا تو اس کو عقیقہ کرنے سے منع کرنا چاہیے، یا کم از کم یہ کہنا چاہیے کہ عقیقہ مباح ہے اور کار ثواب نہیں اور اس کو یہ نہیں چاہیے کہ امام اعظم کے قول کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال کر یہ کہے کہ امام اعظم کے نزدیک عقیقہ سنت ہے، لیکن سنت مؤکدہ یا سنت ثابتہ نہیں اور اگر وہ میدان تحقیق میں وارد ہے تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ عقیقہ سنت اور مستحب ہے، کیونکہ احادیث صحیح میں اس کا ثبوت ہے اور تمام امت نے ان احادیث کو قبول کیا ہے اور امام اعظم کو یہ احادیث نہیں پہنچیں، ورنہ وہ عقیقہ کو مکروہ نہ کہتے، کیونکہ اس زمانہ میں نشر و اشاعت کے ذرائع اور وسائل اتنے میسر نہیں تھے، جتنے اب ہیں، یہاں امام کے قول کے خلاف حدیث پر عمل کرنا تقلید کے خلاف نہیں۔ [شرح صحیح مسلم، جلد : ۴۵/۱]

اگر سعیدی صاحب عامیوں اور خواص کو نبوی طریقہ اختیار کرنے کی دعوت دیتے اور عامیوں کو تقلید شخص کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلنے کی راہ نکالتے اور قول امام کی بجائے قول رسول ﷺ کی اتباع کی دعوت دیتے، تو کتنا اچھا ہوتا، پھر المیہ یہ ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے یہ قول ثابت ہی نہیں، ابو حنیفہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: " وَلَا يُعَقُّ عَنِ الْغُلَامِ وَلَا عَنِ الْجَارِيَةِ" "لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے۔"

[الجامع الصغیر لمحمد بن حسن شیبانی، ص : ۵۳۴، إسناده ضعیف]

اس قول کی سند میں محمد بن حسن شیبانی ضعیف راوی ہے، تفصیل کے لیے لسان المیزان اور الجرح والتعدیل کا مطالعہ کیجیے۔

راجح موقف:

عقیقہ واجب ہے، یہ موقف راجح اور اَقرب الی الصواب ہے، کیونکہ جس حدیث سے جمہور علماء نے عقیقہ کے استحباب کی دلیل لی ہے، اس روایت سے عقیقہ کے استحباب کی دلیل لینا درست نہیں، نیز اس روایت سے استدلال کرنے میں جمہور علماء اور احناف افراط و تفریط کا شکار ہوئے ہیں، کیونکہ سیاق حدیث نہ تو عقیقہ کے مکروہ ہونے پر دال ہے اور نہ اس سے عقیقہ کا وجوب ساقط ہوتا ہے، بلکہ اس حدیث میں لفظ عقیقہ کے استعمال کو مکروہ قرار دیا گیا اور اس لفظ کے نام کی تبدیلی پر زور دیا گیا ہے کہ اس کو نسیکہ یا ذبیحہ کہا جائے، کیونکہ لفظ عقوق اور عقیقہ کا مادہ ایک ہے، لہٰذا اس اشتباہ و مماثلت کا ازالہ مقصود ہے۔ عقیقہ کی کراہت و استحباب مقصود نہیں، چنانچہ علامہ سندھی رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی توضیح یوں بیان کرتے ہیں، اس حدیث میں عقیقہ کی توہین اور اس کے وجوب کو ساقط کرنا مقصود نہیں، بلکہ آپ ﷺ نے محض اس (عقیقہ) نام کو ناپسند کیا ہے اور یہ پسند فرمایا کہ اس کا اس سے بہتر نام یعنی 'نسیکہ یا ذبیحہ' وغیرہ ہو۔ [شرح سنن نسائی للسندی : ۴۹۸/۵]

نیز اس مسئلہ کی مزید توضیح و بیان کے لیے محدث شہیر حافظ عبد اللہ روپڑی رحمہ اللہ کا فتویٰ قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جسے قارئین کی خدمت میں من و عن پیش کیا جاتا ہے۔

سوال عقیقہ واجب ہے یا سنت؟

جواب عقیقہ کے واجب و غیر واجب ہونے میں اختلاف ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ تابعی اور ظاہریہ وجوب کے قائل ہیں اور جمہور کہتے ہیں، سنت ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''نہ فرض ہے، نہ سنت۔'' امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک قربانی کے ساتھ منسوخ ہو گیا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی روایت ہے کہ یہ

جاہلیت کی رسم تھی، اسلام نے اسے مٹا دیا ہے، شاید امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو عقیقہ کی احادیث نہ پہنچی ہوں، یہ تمام اقوال امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الأوطار جلد ۴/ص ۳۶۔ میں ذکر کیے ہیں، امام شوکانی رحمہ اللہ کا میلان جمہور کے مذہب کی طرف ہے، معلوم ہوتا ہے، جمہور کی دلیل جو حدیث پیش کی ہے، اس حدیث میں 'أَحَبَّ' (جو دوست رکھے) کا لفظ چاہتا ہے کہ عقیقہ ضروری نہ ہو۔ مگر دلیل کمزور ہے، کیونکہ دوسری احادیث سے ضروری ثابت ہوتا ہے، کیونکہ بعض روایتوں میں صیغہ امر آیا ہے۔

﴿ أَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا ﴾ ''اس سے خون بہاؤ'' جو وجوب کے لیے ہے اور بعض میں ''رَهِينَةٌ'' کا لفظ آیا ہے۔ جس کا معنی ہے کہ عقیقہ نہ ہو تو بچہ ماں باپ کی شفاعت نہیں کر سکتا، یا عقیقہ ایسا لازمی ہے جیسے کوئی شے گروی ہوتی ہے اور قرض کی ادائیگی کے بغیر چھوٹ نہیں سکتی اور بعض نے اس کے معنی کیے ہیں کہ وہ گروی کی طرح بند ہے۔

جب تک عقیقہ نہ کیا جائے، نہ نام رکھا جائے اور نہ بال اتارے جائیں اور بال اتارنے سے تو چارہ نہیں، پس عقیقہ بھی ضروری ہو گیا اور بعض روایتوں میں '' أَمَرَنَا'' کا لفظ آیا ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عقیقہ کا حکم دیا، اس سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نیل الأوطار جلد ۴ میں کہتے ہیں، اگرچہ یہ الفاظ وجوب کے لیے ہیں، مگر ''مَنْ أَحَبَّ'' کا لفظ قرینہ صارفہ ہے، اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ الفاظ سے وجوب مراد نہیں، بلکہ امر استحبابی ہے، لیکن امام شوکانی رحمہ اللہ کا یہ کہنا ٹھیک نہیں کیونکہ امر کا صیغہ یا امر کا لفظ کبھی قرینہ کے ساتھ استحباب کے لیے آ جاتا ہے، لیکن '' مَنْ أَحَبَّ '' کے معنی استحباب کے لیے مشکل ہے، علاوہ اس کے ''رَهِينَةٌ'' کا لفظ استحباب کے لیے تسلی بخش دلیل نہیں، دیکھیے قرآن میں ہے ﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي ﴾ ''کہہ دے اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اس آیت میں وہی محبت کا لفظ ہے، مگر باوجود اس کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ضروری ہے، ٹھیک اسی طرح حدیث مذکور کو سمجھ لینا چاہیے، اصل

بات یہ ہے جیسے شرط ہوتی ہے ویسے ہی جزا کا حکم ہوتا ہے، اللہ کی محبت چونکہ ضروری ہے اس لیے آپ ﷺ کی اتباع بھی ضروری ہے، اسی طرح عقیقہ چونکہ ضروری ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوا ہے، اس لیے لڑکے کی طرف سے دو بکریاں (یعنی دونوں مسنہ) ہوں اور لڑکی کی طرف سے ایک ضروری ہے، یعنی کم نہ کرے، ہاں اگر حدیث یوں ہوتی کہ جو عقیقہ کرنا دوست رکھے تو وہ عقیقہ کرے تو پھر، یہ حدیث استحباب کی دلیل بن سکتی تھی، اب نہیں، علاوہ اس کے محبت کے لفظ سے خلوص مقصود ہے، پس اس صورت میں مطلب یہ ہوگا، جو اخلاص سے عقیقہ کرے وہ دو بکریاں ہم عمر لڑکے کی طرف سے کرے اور ایک لڑکی کی طرف سے اور ظاہر ہے کہ اخلاص ضروری ہے، پس عقیقہ خود ہی ضروری ہے۔

[فتاویٰ اهل حديث، ج ۲، ص: ۵۴۸، ۵۴۹]

کیا عقیقہ کے بجائے رقم صدقہ کرنا جائز ہے:

کچھ لوگ عقیقہ کرنے کے بجائے اتنی رقم صدقہ کر دیتے ہیں، لیکن احادیث عقیقہ کی لغوی تعریف کی رو سے عقیقہ کا جانور ذبح کرنا لازم ہے، رقم صدقہ کرنے سے عقیقہ نہیں ہوگا، چنانچہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عقیقہ کی رقم صدقہ کرنے کے بجائے عقیقہ کرنا افضل ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے اس پر نص بیان کی ہے اور وہ کہتے ہیں، جب عقیقہ کرنے والے کے پاس عقیقہ کرنے گنجائش نہ ہو اور وہ قرض لے کر عقیقہ کرے تو مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے احیائے سنت کے عوض بہتر نعم البدل دے گا، ابن منذر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کا قول مبنی بر حق ہے، کیونکہ سنت کا احیاء اور ان کی اتباع افضل ہے، نیز عقیقہ کے متعلق روایات میں جتنی تاکید آئی ہے، دیگر مسائل میں اتنی تاکید وارد نہیں ہوئی، پھر اس ذبیحہ کے بارے نبی ﷺ نے حکم بھی دیا ہے سو ولیمہ اور قربانی کی طرح عقیقہ ذبح کرنے کا اہتمام اولی و افضل ہے۔

[المغني مع الشرح الكبير: ۱۲۱/۱۱]

عقیقہ میں جانور کے عوض گوشت دینا:

عقیقہ میں جانور ذبح کرنے کے بجائے اتنی مقدار میں گوشت تقسیم کرنے سے عقیقہ کی فرضت ساقط نہیں ہوتی، کیونکہ عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور ذبح کرنے کا حکم ہے، گوشت تقسیم کرنے سے حکم کی تعمیل نہیں ہوتی، جس سے عقیقہ کا فرض ادا نہیں ہوتا۔

عبد اللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

(سوال) عقیقہ کے لیے جانور ذبح کرنا ضروری ہے، یا اس کے عوض گوشت بھی کافی ہے؟

(جواب) حدیث میں لڑکے کی طرف سے دو جانور اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور کا ذکر ہے، اس لیے گوشت کفایت نہیں کر سکتا، کیونکہ گوشت جانور نہیں۔

[فتاویٰ اهل حدیث : ٥٤٩/٢]

عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور ذبح کرنا مشروع ہے:

عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور ذبح کیا جائے گا، دلائل حسب ذیل ہیں۔

① سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُمْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ »

''بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں (صحابہ کرام) کو لڑکے کی طرف سے دو ہم مثل بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (ذبح کرنے) کا حکم دیا۔''

[جامع ترمذی : ١٥١٣۔ سنن ابن ماجه : ٣١٦٣۔ مسند أحمد : ٣١/٦، إسناده

حسن]

② ام کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ »

”لڑکے کی طرف سے دو ہم مثل بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ذبح کی جائے۔“

[جامع ترمذی، کتاب الأضاحی، باب الأذان فی أذن المولود : ١٥١٦۔ سنن ابن ماجه، کتاب الذبائح، باب العقيقة : ٣١٦٢۔ إسناده صحيح]

فقہ الحدیث:

یہ احادیث دلیل ہیں کہ لڑکے کی طرف سے دو جانور اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور عقیقہ کیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہین، یہ احادیث جمہور علماء کے موقف کی دلیل ہیں کہ لڑکے اور لڑکی کے عقیقہ میں فرق ہے۔

[فتح الباری : ٧٣٣/٩]

شافعی، احمد، ابو ثور، ابو داؤد اور امام ظاہری بھی اسی موقف کے قائل ہیں۔

[نيل الأوطار : ١٤٢/٥]

کیا لڑکے کی طرف سے ایک جانور کا عقیقہ جائز ہے:

آئندہ روایت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ لڑکے کی طرف سے ایک جانور کا عقیقہ بھی جائز ہے، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ.وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا »

”بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک.ایک مینڈھا

عقیقہ کیا۔"

[سنن أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب فی العقیقة : ۲۸۴۱۔ طبرانی کبیر : ۱۱۸۳۸۔ سنن بیھقی : ۲۹۹/۲۔ إسناده صحیح]

حدیث باعتبار سند صحیح ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی روایت میں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کرنے کا بیان ہے۔

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِكَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ »

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عقیقہ میں) حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کیے۔"

[سنن نسائی، کتاب العقیقة، باب کم یعق عن الجاریة : ۴۲۲۴۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل : ۳۷۹/۴۔ میں اس روایت کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ گزشتہ حدیث جس میں حسن و حسین کی طرف سے ایک ایک مینڈھا ذبح کرنے کا بیان ہے وہ نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں اس حدیث میں یہ دلیل نہیں کہ لڑکے کی طرف سے عقیقہ ایک مینڈھا ذبح کرنا مشروع ہے، کیونکہ ابو الشیخ نے ایک دوسری سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، جس میں (دو دو مینڈھے ذبح کرنے) کا بیان ہے۔ نیز عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ کے طریق سے بھی یہی الفاظ منقول ہیں، پھر بالفرض ابو داؤد میں مروی روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس میں لڑکے کی طرف سے عقیقہ میں دو جانور ذبح کرنے کی منصوص روایات کا رد نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہو گا کہ لڑکے کی طرف سے ایک جانور ذبح کرنا بھی جائز ہے۔

[فتح الباری : ۷۳۳/۹]

قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، جس روایت میں حسن و حسین کے عقیقہ میں ایک

ایک مینڈھا ذبح کرنے کا بیان ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرنے کا بیان ہے، وہ زائد الفاظ پر مشتمل ہے، لہٰذا زائد الفاظ پر مشتمل روایت قبول کے اعتبار سے راجح ہیں، پھر قول فعل سے راجح ہے۔ (اس اعتبار سے لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنا ہی قرین صواب ہے)۔

[نيل الأوطار : ١٤٢/٥]

عقیقہ میں بھیڑ اور بکری ہی کو ذبح کرنا مشروع ہے:

عقیقہ میں بھیڑ اور بکری ہی کفایت کرتی ہیں، ان کے علاوہ اونٹ گائے وغیرہ کا عقیقہ نبی ﷺ سے ثابت نہیں، دلائل حسب ذیل ہیں:

① ام کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ وَاحِدَةٌ، لَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ أَوْ إِنَاثًا »

"(عقیقہ میں) لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے، بکریوں کا مذکر یا مؤنث ہونا تمھارے لیے نقصان دہ نہیں۔"

[جامع ترمذی : ١٥١٦۔ سنن ابن ماجه : ٣١٦، إسناده صحيح]

② ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ:

عَقَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا بِكَبْشَيْنِ بِكَبْشَيْنِ »

"رسول اللہ ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کیے۔"

[سنن نسائی : ٤٢٢٤۔ إسناده صحيح]

فقہ الحدیث:

احادیث الباب دلیل ہیں کہ دو جنسوں بھیڑ اور بکری ہی کا عقیقہ مسنون و مشروع ہے،

عقیقہ میں گائے اور اونٹ کفایت نہیں کرتے، نیز قول عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس مفہوم کی تائید کرتا ہے، عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا: اے ام المومنین!

«عَقِّی عَنْهُ جَزُوْرًا، فَقَالَتْ : مَعَاذَ اللّٰهِ ! وَلٰكِنْ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ»

"اس کی طرف سے ایک اونٹ عقیقہ کریں، اس پر انھوں نے کہا: معاذ اللہ! بلکہ (ہم وہ ذبح کریں گے) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (لڑکے کی طرف سے) دو ایک جیسی دو بکریاں۔"

[سنن بیہقی : ۳۰۱/۹۔ إسنادہ حسن۔ عبد الجبار بن ورد صدوق راوی ھے]

گائے اور اونٹ کا عقیقہ کرنا:

عقیقہ میں گائے اور اونٹ ذبح کرنا ثابت نہیں اور جس روایت میں عقیقہ میں گائے اور اونٹ ذبح کرنے کی مشروعیت ہے وہ موضوع اور من گھڑت روایت ہے۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ وُلِدَ لَهُ غُلَامٌ فَلْيَعُقَّ مِنَ الْإِبِلِ أَوِ الْبَقَرِ أَوِ الْغَنَمِ»

"جس کے ہاں لڑکا پیدا ہو وہ (عقیقہ میں) اونٹ، گائے یا بھیڑ بکری ذبح کرے۔"

[طبرانی صغیر : ۲۲۹۔ یہ روایت مسلسل بالضعفاء ھے، (موضوع)]

① امام طبرانی کے استاد ابراہیم احمد بن مرادی واسطی ضعیف ہیں۔
② عبد الملک بن معروف خیاط مجہول ہے۔ ③ مسعدہ بن یسع باہلی کذاب ہے۔ ④ حریث بن سائب تمیمی اور حسن بصری کی تدلیس ہے۔

عقیقہ کے جانور کی شرائط:

عقیقہ کے جانور میں وہ شرائط نہیں، جو قربانی کے جانور میں ہیں، لیکن مبنی بر احتیاط یہی ہے کہ قربانی کی شراط عقیقہ میں بھی ملحوظ رکھی جائیں، کیونکہ عقیقہ کے جانور کے لیے شاۃ (بکری) اور کبشًا (مینڈھے) کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور لفظ شاۃ کا اطلاق اس بکری پر ہوتا ہے جو بچہ جننے کے قابل ہو، اس طرح کبشٌ کا اطلاق پوری عمر کے جوان مینڈھے پر ہوتا ہے، لہٰذا بکری اور مینڈھے میں پوری عمر کے جوان جانور ذبح کیے جائیں اور وہ جانور نقائص وعیوب سے بھی پاک ہونے چاہییں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کی جانے والی چیز کا نقائص وعیوب سے پاک ہونا افضل ہے۔

عقیقہ کا وقت:

عقیقہ کا مستحب وقت نومولود کی پیدائش کا ساتویں دن ہے، اس سے پہلے عقیقہ مشروع نہیں اور ساتویں دن کے بعد کیا جانے والا عقیقہ قضا ہوگا، ادا نہیں۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَةِ، تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَ يُحْلَقُ وَ يُسَمَّى»

''ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے (عقیقہ) ذبح کیا جائے، اس کا سر منڈایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔''

[صحيح بخاری: ٥٤٧٢۔ سنن أبو داود، كتاب الضحايا، باب فی العقيقة: ٢٨٣٨۔ : ١٥٢٢۔ سنن نسائی: ٤٢٣٥۔ سنن ابن ماجه: ٢١٦٥]

فقہ الحدیث:

یہ حدیث دلیل ہے کہ عقیقہ کا معین وقت پیدائش کا ساتویں دن ہے اور اگر ساتویں دن سے پہلے عقیقہ کیا جائے تو بے موقع ثابت ہوگا اور ساتویں دن کے بعد عقیقہ کا وقت فوت ہو

جائے گا، (اس کے بعد عقیقہ قضا ہوگا) اور اگر ساتویں دن سے قبل نومولود فوت ہو جائے تو عقیقہ ساقط ہو جائے گا۔ امام مالک رحمہ اللہ اسی موقف کے قائل ہیں۔

[فتح الباری : ۷۳۶/۹۔ نیل الأوطار : ۱۴۱/۵]

یہی موقف راجح ہے، کیونکہ جس روایت میں عقیقہ کے تین دنوں (ساتواں، چودھواں اور اکیسواں) کا بیان ہے۔ وہ روایت ضعیف ہے۔

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« اَلْعَقِيقَةُ تُذْبَحُ لِسَبْعٍ وَلِأَرْبَعَ عَشَرَةَ وَلِإِحْدَى وَعِشْرِينَ »

''ساتویں، چودھویں اور اکیسویں دن عقیقہ ذبح کیا جائے۔''

[سنن بیهقی : ۳۰۳/۹۔ طبرانی کبیر : ۵۰۳۹۔ طبرانی صغیر : ۷۲۴۔ إسناده ضعیف۔ اسماعیل بن مسلم ضعیف اور قتاده بن دعامه کی تدلیس هے]

جو شخص عقیقہ کرنے کی طاقت نہ رکھے:

جو شخص عقیقہ کی طاقت نہ رکھے، اس کے مالدار رشتہ دار کو چاہیے کہ اس فریضہ کی ادائیگی میں تعاون کریں اور اگر ایک آدمی بھی کسی نادار و مفلس کی طرف سے عقیقہ کا فریضہ انجام دے تو یہ عمل جائز و مباح ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کرنا ثابت ہ، اس کی وضاحت صفحہ ۲۰۵ پر بیان ہوئی ہے۔ پھر اگر نادار و مفلس آدمی سے تعاون کی کوئی راہ نہ نکلے اور وہ خود بھی عقیقہ کا بوجھ برداشت نہ کر سکے تو وہ معذور ہے اور ترک فریضہ پر گناہ گار نہیں ہوگا، دلائل درج ذیل ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾

''اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔'' [البقرۃ : ۲۸۶]

اور فرمایا:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾

''تم اللہ سے ڈرو جتنی تم میں طاقت ہے۔'' [التغابن : ١٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ))

''جب میں تمھیں کسی کام کا حکم دوں تو حسب طاقت اس پر عمل کرو۔''

[صحيح بخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الإقتداء بسنن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : ٧٢٨٨۔ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب فرض الحج مرة فى العمر : ١٣٣٧].

ایک غلط رسم کا رواج:

موجودہ معاشرہ میں مذہبی و غیر مذہبی گھرانوں میں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو بیٹے کی ولادت پر بالخصوص اور بیٹی کی پیدائش پر شاذ و نادر عزیز و اقارب اور یار دوست اصرار کرتے ہیں کہ اس خوشی کے موقع پر منہ میٹھا کراؤ، چنانچہ اس پر مسرت موقع پر امیر و غریب سبھی لوگ منوں مٹھائی تقسیم کرتے ہیں اور قرض بھی اٹھانا پڑے تو قرض لینے سے گریز نہیں کرتے، لیکن عقیقہ کی طرف توجہ دلائی جائے تو اکثریت لیت ولعل اور حیلے بہانے سے اس فریضہ کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یاد رکھیے! ہزاروں کی مٹھائی تقسیم کرنے سے نہ تو شرعی اعتبار سے اس کا کوئی فائدہ ہوتا ہے اور نہ فریضہ عقیقہ ساقط ہوتا ہے، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو عقیقہ کی اہمیت سے آگاہ کیا جائے اور رشتہ داروں اور یار دوستوں کو اس خوشی میں مدعو کرنا ہے تو عقیقہ کا اہتمام کیا جائے، یوں عقیقہ کا فریضہ بھی ادا ہو جائے گا، تعلق داروں کی دعوت بھی ہو جائے گی اور مٹھائی وغیرہ کی تقسیم سے خرچہ بھی کہیں کم آئے گا۔

(والله الموفق)

جس شخص کا عقیقہ نہ ہوا ہو وہ اپنا عقیقہ خود کر سکتا ہے:

جس شخص کی طرف سے عقیقہ نہ کیا گیا ہو، وہ بلوغت کے بعد از خود عقیقہ کر سکتا ہے،

کیونکہ نومولود ہمیشہ گروی چیز کی طرح ہے، تا وقتیکہ اس کا عقیقہ نہ کیا جائے، لہٰذا بڑی عمر کا شخص بھی عقیقہ کر سکتا ہے۔

البتہ جن روایات سے بڑی عمر کے شخص کے عقیقہ کرنے کے جواز کی دلیل لی جاتی ہے، وہ روایات ضعیف ہیں۔

① سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنْ نَفْسِهِ بَعْدَ مَا بُعِثَ نَبِيًّا»

''بلا شبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی مبعوث ہونے کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کیا۔''

[مسند بزار : ۱۲۳۷۔ مصنف عبد الرزاق : ۷۹۶۰۔ سنن بیهقی : ۳۰۰/۹۔ طبرانی أوسط : ۹۹۸، إسناده ضعیف]

مسند بزار، مصنف عبد الرزاق، سنن بیہقی کی سندھ میں عبد اللہ بن محرر متروک راوی ہے اور طبرانی اوسط میں عبد اللہ بن المثنیٰ ابو المثنیٰ ضعیف راوی ہے۔

② محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«لَوْ أَعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يُعَقَّ عَنِّي لَعَقَقْتُ عَنْ نَفْسِي»

''اگر مجھے معلوم ہو کہ میرا عقیقہ نہیں ہوا تو میں خود اپنا عقیقہ کروں۔''

[مصنف ابن أبي شيبة : ۵۳۰/۵۔ إسناده ضعیف، حفص بن غیاث کی تدلیس ہے]

عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت کے مسنون کلمات:

عام جانور کو ذبح کرنے کی طرح عقیقہ کے جانور کو ذبح کرتے وقت بھی بسم اللہ یا بسم اللہ واللہ اکبر کہنا مشروع ہے۔ اس کے علاوہ عقیقہ ذبح کرتے وقت آئندہ کلمات کا اہتمام کرنا مسنون نہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں:

«يُعَقُّ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ، قَالَتْ عَائِشَةُ

فَعَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ شَاتَيْنِ شَاتَيْنِ يَوْمَ السَّابِعِ، وَأَمَرَ أَنْ يُمَاطَ عَنْ رَاسِهِ الْأَذٰى، وَ قَالَ : اذْبَحُوْا عَلٰى اسْمِهِ وَ قُوْلُوْا : بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ هٰذِهِ عَقِيْقَةُ فُلَانٍ »

”لڑکے کی طرف سے دو ہم مثل بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کی جائے گی اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عقیقہ میں) میں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ساتویں دن دو دو بکریاں ذبح کیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سروں سے گندگی دور کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: اللہ کے نام پر (عقیقہ) ذبح کرو اور (یہ کلمات) کہو: ”بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ هٰذِهِ عَقِيْقَةُ فُلَانٍ “بسم اللہ اللہ اکبر، اے اللہ، یہ تیری طرف سے اور تیرے لیے ہے۔ یہ فلاں شخص کا عقیقہ ہے۔“

[مسند أبو یعلی : ٤٥٢١۔ سنن بیهقی : ۹/۳۰۳، ۳۰٤۔ مصنف عبد الرزاق : ۷۹٦۳۔ إسناده ضعیف ابن جریج کی تدلیس هے]

کیا عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں توڑنا مکروہ فعل ہے:

عقیقہ کے جانور کا گوشت بناتے وقت اس کی ہڈیاں توڑنا مکروہ فعل نہیں ہے، بلکہ عام ذبیحہ کی طرح اس کی ہڈیاں توڑنا اور گوشت بنانا جائز و مباح ہے۔ لیکن کچھ لوگ آئندہ روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، عقیقہ کی ہڈیاں توڑنا مکروہ خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گوشت کے پورے پورے اعضا بکھرے کرنا چاہئیں نیز اس میں یہ نیک شگون کارفرما ہے کہ اس عمل سے بچہ سالم الاعضا رہے گا، یہ نظریہ سراسر باطل اور روایت ضعیف ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

وَلَا يُكْسَرُ لَهَا عَظْمٌ »

''لڑکے کی طرف سے دو برابر بکریاں ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے، عقیقہ کا گوشت بناتے وقت، اس کے اعضا کاٹے جائیں اور اس کی ہڈی نہ توڑی جائے۔'' [مستدرك حاكم : ٢٣٨/٤ (شاذ)]

اس حدیث میں یہ الفاظ مدرج ہیں، جیسا کہ سنن بیہقی (٣٠٢/٩) اس کی صراحت موجود ہے کہ یہ عطاء بن ابی رباح کا قول ہے، پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے دیگر رواۃ زائد الفاظ کا ذکر نہیں کرتے، چنانچہ عبد الملک بن ابی سلیمان صدوق اور کثیر الاوہام راوی ہے، لہٰذا اس کے وہم کی وجہ سے یہ الفاظ مرفوع حدیث میں داخل کر دیے گئے۔

عقیقہ کے گوشت کا مصرف:

ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عقیقہ کا گوشت کھانے، صدقہ کرنے اور ہدیہ کرنے میں قربانی کے مثل ہے، شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں، عقیقہ کرنے والے کو اس کے گوشت میں اختیار ہے، وہ اپنی مرضی سے اس میں تصرف کر سکتا ہے۔
[المغني مع الشرح الكبير : ١٢٤/١١]

لہٰذا عقیقہ کرنے والے کے لیے مستحب طریقہ یہ ہے کہ وہ عقیقہ کا گوشت خود بھی کھائے، عزیز و اقارب کو بھی کھلائے اور فقراء و مساکین پر صدقہ بھی کرے۔

عقیقہ کے سری پائے صدقہ کرنا:

عامة الناس میں یہ بات رائج ہے کہ عقیقہ میں چونکہ بچے کے سر کا صدقہ دیا جاتا ہے، اس لیے عقیقہ کے جانور کا بالخصوص سر اور بالعموم پائے خود استعمال نہیں کرنے چاہئیں اور ان چیزوں کو صدقہ کرنا لازم ہے۔ لہٰذا دلی پسند ناپسند کو شریعت میں کتاب وسنت میں داخل کرنے کی جسارت نہیں کرنی چاہیے، بلکہ سری پاؤں کا حکم عام گوشت کے حکم کی مثل ہے، انھیں خود بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور صدقہ وغیرہ کرنا بھی جائز و مباح ہے۔

عقیقہ کے موقع پر رسم منہدی:

بعض لوگ عقیقہ کی خوشی میں چراغاں کرتے، منہدی کا اہتمام کرتے اور ناچ گانے کی تقریب کا انعقاد کرتے ہیں، یہ عمل سراسر خلاف شریعت اور رب تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور عقیقہ کے مسنون طریقہ پر عمل کو اختیار کرنا چاہیے۔

فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کا فتویٰ:

سوال: کیا عقیقہ کے موقع پر منہدی لگانا احادیث سے ثابت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں عبادات و معاملات میں رسول اللہ ﷺ کا اسوہ اپنانے کا پابند بنایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کیا، لیکن اس موقع پر آپ کی خواتین اور دیگر صحابیات کے بارے میں کہیں بھی ثابت نہیں کہ انھوں نے منہدی، گانا بجانا، طبلے سارنگیاں وغیرہ جیسی محرکات کا ارتکاب کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک رسم ہے اور اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، عقیقہ کا صحیح ثواب تب ملے گا، جب اسے سنتِ رسول کے مطابق کیا جائے، حدیث نبوی ہے:

« مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ »

”جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں تو وہ مردود ہے۔“

[مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة و رد محدثات الأمور : ۱۷۱۸]

لہٰذا ایسا عمل کبھی بھی اللہ کے ہاں درجہ قبولیت تک نہیں پہنچتا جو شرع کے خلاف ہو اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے بعید ہو۔

[أحکام و مسائل از مبشر احمد ربانی : ۵۲۹]

